

سرکاری رپورٹ (مباحثات)

بنتیس وال ریکوزیشنڈ اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ 12 اگست 2016ء بروز جمعۃ المبارک بہ طابق 08 ذی القعڈہ 1437 ہجری۔

نمبر شار	مندرجات	صفہ نمبر
1	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	03
2	دعا و مغفرت۔	04
3	چیئرمین کے پیش کا اعلان۔	04
4	رخصت کی درخواستیں۔	04
5	مشترکہ نمائی قرارداد و مجاہب: نواب ثناء اللہ خان زہری ، جناب عبدالرحیم زیارتوال ، جناب جعفر خان مندوخیل ، جناب سرفراز احمد گنڈی ، جناب عبید اللہ جان بایت ، سردار رضا محمد بڑیج ، جناب محمد خان لہڑی ، جناب نصر اللہ خان زیرے ، حاجی محمد اسلام ، جناب منظور احمد خان کاکڑ ، آغا سید لیاقت علی ، جناب عبدالجید خان اچکزئی ، جناب طاہر محمود خان ، سردار محمد صالح بھوتانی ، مولانا عبدالواسع ، انجینئر زمرک خان اچکزئی ، سردار عبد الرحمن کھیزان ، حاجی گل محمد دمڑ ، مولوی معاذ اللہ موسیٰ خیل ، مشقی گلاب خان ، حاجی عبدالمالک کاکڑ ، سید محمد رضا ، محترمہ شاہدہ رووف اور محترمہ حسن بانو صاحبہ ، ارکین صوبائی اسمبلی۔	
6	گورنر بلوچستان کا حکم نامہ۔	05 91

اپوان کے عہدیدار

اسپیکر-----میڈم راحیلہ حیدر خان ذرا نی

اپوان کے افسران

سکرٹری اسمبلی-----جناب ظہور احمد
ایڈیشنل سکرٹری (قانون سازی)---جناب عبدالرحمن
چیف رپورٹر-----جناب مقبول احمد شاہ وانی



بلوچستان صوبائی اسمبلی کا جلاس

مورخہ 12 راگست 2016ء بروز جمعۃ المبارک بہ طابق 08 ذی القعڈہ 1437ھجری، بوقت شام 05:40 بجکر منٹ پر زیر صدارت میڈم راحیلہ حید خان ڈرانی، اسپیکر، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

میڈم اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز با قاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔
تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَسْتَرُّلُ عَلَيْهِمُ الْمُلَائِكَةُ إِلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُو
وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٢٦﴾ نَحْنُ أُولَئِكُمُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيَ انفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَعُونَ ﴿٢٧﴾
نُنَزِّلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴿٢٨﴾

(پارہ نمبر ۲۶ سورۃ حم آیات نمبر ۳۰ تا ۳۲)

ترجمہ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - تحقیق جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے اُن پر اترتے ہیں فرشتے کہ تم مت ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوش خبری سُو اُس بہشت کی جس کا ٹم سے وعدہ تھا۔ ہم ہیں تمہارے رفیق دُنیا میں اور آخرت میں اور تمہارے لیئے وہاں ہے جو چاہے جی تمہارا اور تمہارے لیئے وہاں ہے جو کچھ مانگو۔ مہماں ہے اُس بخشے والے مہربان کی طرف سے۔ وَمَا عَمَلْيْنَا إِلَّا الْأُپَلَاغُ۔

میڈم اسپیکر: ڈمِ اللہ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ - مولانا صاحب! 8 اگست کے شہداء کی ایصال ثواب کے لئے فاتحہ پڑھیں۔

(اس مرحلے پر سانحہ 8 اگست 2016ء کے شہداء کے ارواح کی ایصال ثواب کیلئے فاتحہ خوانی کی گئی)
میر جان محمد خان جمالی: میڈم اسپیکر! جتنے بھی اراکین ہیں اکثر کے رشتہ دار واقف کار سانحہ میں شہید اور زخمی ہوئے ہمارے ایم پی اے محترمہ شاہدہ رووف صاحبہ کے شوہر بھی زخمی ہوئے۔ انکی ایصال ثواب کیلئے دعا کی جائے اور ازمیوں کی صحت یابی کے لئے بھی دعا کی جائے۔

(اس مرحلے پر سانحہ 8 اگست 2016ء میں زخمی ہونے والوں کی صحت یابی کیلئے دعا کی گئی)

میڈم اسپیکر: جی آغاز لیاقت صاحب۔

آغا سید لیاقت علی: جناب اسپیکر! سابق وزیر داخلہ رحمن ملک صاحب اسپیکر گیلوی میں تشریف رکھتے ہیں۔ میں ان کو welcome کرتا ہوں۔

میڈم اسپیکر: تمام اسمبلی کی طرف سے رحمن ملک صاحب کو welcome کرتے ہیں۔
عاصم کرد گیلو صاحب۔

میر محمد عاصم کرد گیلو: میڈم اسپیکر! مدتی قرارداد میں ہم نے بھی اپنا نام ڈالوایا لیکن اب اس میں شامل نہیں ہے۔

میڈم اسپیکر: قرارداد پیش ہو گی تو اس کے بعد شامل کر دیں گے۔ میں بلوچستان صوبائی اسمبلی کے قواعد و انصباط کا رجسٹر ۱۹۷۲ء کے قاعدہ نمبر ۱۳ کے تحت میں رواں اجلاس کے لئے حسب ذیل اراکین اسمبلی کو پہنچ آف چیئر مین کے لئے نامزد کرتی ہوں۔

۱۔ آغا سید لیاقت علی ۲۔ منظور احمد خان کا کڑ

۳۔ محمد عاصم کرد گیلو ۴۔ حسن بانو صاحبہ

چونکہ آج کا یہ اہم اجلاس خصوصی طور پر مورخہ 8 اگست 2016ء کے سانحہ سول ہسپتال کوئٹہ کی نہ مت سلسلے میں طلب کیا گیا لہذا آج کی کارروائی میں سوالات شامل نہیں کیے گئے۔ سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

جناب ظہور احمد (سیکرٹری اسمبلی): جناب رحمت صالح بلوچ صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ موصوف

بغرض علاج کے لئے کراچی جانے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

میڈم اسپیکر: سوال یہ ہے کہ آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میر محمد اکبر آسکانی صاحب نے بذریعہ فون اطلاع دی ہے کہ موصوف گواہ میں جشن آزادی ریلی کی قیادت کرنے کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کے استدعا کی ہے۔

میڈم اسپیکر: سوال یہ ہے کہ آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سرکاری کارروائی۔ مشترکہ مذمتی قرارداد مبنی: نواب ثناء اللہ خان زہری صاحب، وزیر اعلیٰ بلوچستان، جناب عبدالرحیم زیارت وال صاحب، جناب جعفر خان مندوخیل، جناب سرفراز احمد گلیٹی، صوبائی وزراء، جناب عبداللہ جان بابت، سردار رضا محمد بڑیق، جناب محمد خان لہڑی مشیران وزیر اعلیٰ، جناب نصر اللہ خان زیرے، جناب حاجی محمد اسلام، جناب منظور احمد خان کاکڑ، آغا سید لیاقت علی، جناب عبدالجید خان اچزنی، جناب طاہر محمود خان، سردار محمد صالح بھوتانی، مولانا عبد الواسع قائد حزب اختلاف، انجینئر زمرک خان اچزنی، سردار عبدالرحمن کھبیران، حاجی گل محمد دمڑمولوی معاذ اللہ موسیٰ خیل، مفتی گلاب خان، حاجی عبدالمالک کاکڑ، سید محمد رضا، محترمہ شاہدہ رووف اور محترمہ حسن بانو صاحبہ، ارکین صوبائی اسمبلی میں سے کوئی ایک محرک اپنی مذمتی قرارداد پیش کرے۔

میر سرفراز احمد گلیٹی (وزیر داخلہ و قائمی امور و جمل خانہ جات): یہ ایوان مورخہ 8 اگست 2016ء کو بلوچستان بار ایسوی سی ایشن کے صدر کی ٹارگٹ کلنگ اور پھر سول ہسپتال کوئٹہ میں تمام وکلاء برادری کے جمع ہونے کے بعد خودکش دھماکے جس میں بلوچستان کے اعلیٰ پائے کے درجنوں وکلاء سمیت الیکٹرانک میڈیا سے متعلق کیمروں میتوں، صحافی حضرات اور عام شہریوں کی شہادت کو ایک عظیم قومی سانحہ، انسانیت سوز واقعہ اور دھشتگردی و بربریت کی بدترین مثال گرد نتے ہوئے اس المناک واقعہ کی شدید الفاظ میں مذمت کرتا ہے۔ اور تمام شہداء کے خاندانوں اور درجنوں زخمیوں اور متاثرین سے ہمدردی و پیغامی کا اظہار کرتے ہوئے دھشتگردانہ کارروائی کرنے والے اور ان کے سر پرستوں اور سہولت کاروں کے خلاف متحداً اور یک جان ہو کر دلیرانہ، سخت اور بھرپور کارروائی کرنے اور انسانیت کے ان دشمنوں کو ان کے منطقی انجام تک پہنچانے کے عزم کا اعادہ بھی کرتا ہے۔ شکریہ۔

میڈم اسپیکر: کیا محرک اپنی مشترکہ مذمتی قرارداد کی admissibility کی وضاحت کریں گے۔ جی آپ لوگوں نے نام نہیں دیے تھے۔ چونکہ تمام ممبرز کے نام، جی ابھی یہ پیش ہو جائے۔ جی ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر حامد خان اچھزئی: میڈم اسپیکر! یہ بھی پوچھنا پڑی گا کہ کس کا نام ہو کس کا نام نہیں ہو؟ یعنی مذمتی قرارداد میں بھی یہ پوچھنا پڑے گا؟

میڈم اسپیکر: جی آپ کی پارٹی کے جو نام دیتے تھے وہی شامل کئے گئے ہیں جو آئے تھے۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور و جیل خانہ جات: میڈم اسپیکر! 18 اگست کو سیاہ ترین دن کے طور پر یاد کیا جائے گا جب علی اصغر ہمارے بار کے پریزیڈنٹ بلاں کاسی کو شہید کیا گیا اُن کی ٹارگٹ کی گئی اور ایک trap کیا گیا۔ اُس کے بعد جب ہمارے وکلاء اکٹھے ہوئے سول ہفتال میں اور ساتھ ساتھ ہمارے صحافی اُن کی کوئی کوئی کلینے گئے تو وہاں یک خودکش حملہ کیا گیا۔ اُس خودکش حملے میں 72 کے قریب معصوم لوگ شہید ہوئے۔ جس میں بلوچستان میں بنسنے والے تمام قوموں کے لوگ بلوج، پشتون، ہزارہ، سیبلر گوکہ تمام لوگ اُنمیں شہید ہوئے اور پورا بلوچستان غم اور غصے میں چلا گیا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ میڈم اسپیکر! آج کا دن یہ جلاس حکومت نے اسی لئے بلا یا ہے۔ کہ یہ دن تقاضا کرتا ہے یہ ڈسٹرکٹری کی جنگ یہ تقاضا کرتی ہے۔ کہ ہم متعدد ہو کر یہ جنگ لڑیں۔ کیونکہ یہ جنگ اتنی آسان نہیں ہے۔ اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بلوچستان میں یہ جو موجودہ حالیہ ڈسٹرکٹری کی گئی ہے۔ اس کا نقصان شاید بلوچستان اگلے میں، چالیس سالوں میں پورا نہ کر سکے، جس طرح ہمارے cream کو ٹارگٹ کیا گیا ہے۔ لہذا ایوان یہ مذمتی قرارداد پیش کرتی اور اس کو منظور کیا جائے۔ شکریہ میڈم اسپیکر۔

میڈم اسپیکر: ابھی جو بھی معزز ارکین بولنا چاہتے ہیں اُن کے لئے پہلے سے بتا دوں کہ مذمتی قرارداد ہے۔ اور اس لمحراش واقعے پر تمام لوگ دل گرفتہ ہیں۔ تو بہتر ہے کہ آپ لوگ اپنے نمبر زکے لئے پانچ پانچ منٹ ہیں، اپوزیشن لیڈر ہیں اور فائدہ ایوان ہیں اُن کیلئے دس سے پندرہ منٹ ہیں۔ میں اپوزیشن لیڈر سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ اپنے تقریر کا آغاز کریں۔

انجینئر زمرک خان اچھزئی: پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتا ہوں۔

میڈم اسپیکر: میں نے تقریر کا ٹائم دے دیا ہے۔

انجینئر زمرک خان اچھزئی: ہم اپوزیشن کی طرف سے بولیں گے۔

میڈم اسپیکر: جی۔

انجینئر زمرک خان اچھزئی: یہ جو واقعہ ہوا ہے۔ ہم نے گزارش کی تھی کہ ہوم فنڈر ہمیں ذرا تفصیل بتا دیں کہ پہلے دن ہوا کیا گورنمنٹ کی اقدامات کئے انہوں نے کس کس کو پکڑا ہے کوئی پر اگر س ہوا اس کے متعلق یا نہیں ہوا ہے؟ تفصیل دے دیں تفصیل کے بعد ہمارے اپوزیشن لیڈر، ہمارے سردار صاحب، پھر ہم بات

کریں گے۔ یہاں تو صرف قرارداد پیش ہوئی ہے۔

میڈم اسپیکر: زمرک خان صاحب! وہ محکم بھی ہیں انہوں نے جو admissibility پر بتادیا ہے اُس کے بعد ابھی وہ، ان سے بات ہوئی ہے وہ کہہ رہے ہیں کہ پہلے آپ گزارشات بتادیں وہ بتادیں گے۔
انجینئر زمرک خان اچھزی: تفصیل اگر ذرا بتادیں۔

وزیر داخلہ و قبائلی امور و جیل خانہ جات: میڈم اسپیکر! conclude ظاہر چیف منستر کریں گے۔ لیکن اپوریشن کے دوستوں کے جو بھی خدشات ہیں، جو بھی سوالات ہیں، میں یہاں پر write-down کروں گا۔ اور end of second last speaker ہونگا۔ میں پھر اُس میں وہ تمام چیزیں جوان کے خدشات ہو گے جو سوالات ہو گے وہ میں پیش کروں گا۔

میڈم اسپیکر: مولانا صاحب! The floor is with you.

مولانا عبدالواسع (قائد حزب اختلاف): أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔
 میڈم اسپیکر! اتنا سیاہ دن 8 اگست بلوچستان کی تاریخ میں ظلم و بربریت کا دن ہے اور اس کا ذکر الفاظ کے دائرے میں نہیں کر سکتے ہیں۔ آج اس واقعے کی مذمت کے حوالے سے جو اجلاس بلایا گیا ہے تو ظاہر بات ہے کوئی انسان بھی اس کی دورائے رکھ سکتا ہے کہ اس کی مذمت نہ کرے۔ میڈم اسپیکر! ہم نے اپوریشن کی طرف سے ہم نے ریکوویشن تیار کیا ہوا تھا۔ اور حکومتی ارکان سے بھی ہم نے رابطے کئے تھے۔ اور ہمارا یہی خیال تھا کہ کوئی اس پر دستخط سے انکار نہیں کریگا۔ اور جن جن حکومتی ارکان سے ہمارا رابطہ ہوا انہوں نے اس پر دستخط بھی کئے ہیں۔ لیکن جب حکومت کی طرف سے آج اجلاس بلایا گیا۔ ہم اس پر سیاسی سکونگ نہیں کرنا چاہتے اور ہم کہتے ہیں کہ پورے بلوچستان کے رہنے بسنے والوں کے لئے ایسا دردناک واقعہ ہے کہ اس پر ہم سب کو متعدد ہونا ہو گا۔ میڈم اسپیکر صاحب! میں آج اُن باتوں میں نہیں جاؤں گا کیونکہ آپ کی طرف سے ہمیں یہ بتایا گیا کہ وقت بھی کم دیا گیا ہے۔ لیکن آج میں اُن باتوں میں دوستوں کی طرف سے ہمیں طعنہ مل رہے تھے۔ اور وہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے ایسا پر امن بلوچستان بنادیا اور رات کے وقت دن کے وقت شام کے وقت لوگ شاداب زندگی گزارتے ہیں۔ اور اس حکومت سے میں کیا توقع رکھوں اگر آج میں ان باتوں کو دو ہراؤں گا کہ جناب آپ کا وہ امن و امان کدھر گیا۔ آپ ہمیں اپوریشن کو گزشتہ دس سالوں سے طعنے دے رہے تھے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے سیاستدان بھی اس قسم کے لوگ ہیں کہ وہ بات کریں گے بعد میں سوچیں گے۔ اور ہمارے اندر بھی کچھ اس قسم کے لوگ موجود ہیں اگر میں اس موقع پر میں بھی اسی نادانی کا مظاہرہ کرلوں کہ میں ان سے پوچھوں ان

دوسٹوں سے کہ آج جو سو بندے، 95 اور سو کے قریب جو ہمارے وہ بندے جو ہمارا پورا بلوچستان کا ایک cream کی حیثیت رکھتا تھا آج جب شہید ہو گئے تو کیا اخلاقاً آپ کا فرض نہیں بنتا ہے کہ ان باتوں کو دو ہرائیں کہ جن باتوں کی بنیاد پر آپ نے ہماری حکومت ختم کی تھی۔ اور آپ نے مطالبه کر دیا کہ رئیسانی گورنمنٹ ختم کر دیں۔ کیونکہ وہاں جو ہمارے اسی واقعے جو ہزارہ کمیونٹی کے کچھ لوگوں کے قریب شہید ہو گئے لیکن ہم نے اس وقت بھی انہی دوستوں سے یہ کہا کہ جناب شاید جب کل آپ کو حکومت ملے گی اور آپ اس طرح غیر جمہوی، غیر آئینی اور جمہوریت کے خلاف اس قسم کا مطالبا نہ کر لیں لیکن ہمارے دوست اور ہمارے لوگ جب اقتدار کے شوق میں آ جاتے ہیں تو اس کو نہیں دیکھتے ہیں کل بھی اس طرح واقعہ اگر میں اسی حکومت میں ہوں میں اسی کرسی پر ہوں تو اس طرح حالات آگیا تو پھر میں کیا جواب دوں گا۔ اور آج ہم سیاسی لوگ ہیں اور ساری اپوزیشن کے لوگ تمام سیاستدان لوگ ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ اگر ہم اس قسم کا غیر سیاسی مطالبا کرتے ہیں۔ تو کیا اس ملک کو اور اس بلوچستان کے اندر ہم پھرا گلے آنے والے دنوں میں ہم سیاست نہیں کریں گے لہذا میں ان باتوں میں نہیں جاؤں گا اور میں ان باتوں میں بھی جاؤں گا کہ اس دل خاش واقعہ کو ہم ایک متازع ایک چیز بنانے کے اور اس طرح ماحول بنادیں تاکہ ہمارے دشمن جو ہمیں مار رہے ہیں۔ اور وہ اس سے فائدہ اٹھا کر کے کہ دیکھیں ان کے درمیان اختلافات ہیں ایک دوسرے پر ازالات ہیں اور درمیان سے فائدہ اٹھائیں۔ اور یہ باتیں اس وقت بھی ہم نے دوستوں سے کی کہ یہ جو صورتحال ہے اس کے عوامل پر تو ضرور بات کر لیں۔ ان کے پیچھے سے جو حرکات ہیں اس پر ضرور بات کر لیں۔ ایک سیاست دان کے حوالے سے۔ لیکن اگر آپ اس گورنمنٹ کو ٹارگٹ بنانے کے تو کیا وہ پیچھے سے جو دشمن ہیں، وہ نہ آپ کو دیکھتے ہیں نہ مجھے دیکھتے ہیں نہ کسی کو دیکھتے ہیں نہ سیاسی پارٹیوں کو دیکھتے ہیں نہ کسی قوم کو دیکھتے ہیں، سب کے دشمن، پورے بلوچستان کے دشمن ہیں، پورے پاکستان کے دشمن ہیں۔ لیکن انہوں ہے مجھے اس وقت کے روایہ پر۔ لیکن آج میں ان شہیدوں کا جو ہمارے درمیان سے نکل گئے اور اس کی تاریخ میں جاؤں گا کہ کتنے کتنے غریب لوگوں کے بیٹھے تھے۔ اور کتنے غریبوں نے اپنے غربت کی حالت میں انہوں نے تعلیم کی یہاں تک پہنچا دیا کہ آج ہمارے بلوچستان کی ایک امید تھی۔ کہ الحمد للہ بلوچستان جو یہاں تعلیم ناپید ہے لیکن اللہ نے ہمیں اتنے وکیل، اتنے تعلیم یافتہ ہر مندوں کو دیدیے اور ایک امید سے ہم اس باغ اور اس کے ثمرات کے لئے پر امید تھے لیکن دشمنوں نے ہم سے لے لئے ہم سے چھین لئے اور یہ بہت بڑا واقعہ ہے۔ اگر دیکھا جائے تو سو بندے ہیں اگر دیکھا جائے تو دو سو بندے ہیں لیکن یہ پورا یہ ستر لاکھ جو 80 لاکھ بلوچستان یا ایک کروڑ بلوچستان کے لوگ ہیں یہ سارے مر چکے ہیں۔ اور

ہمارے لوگ جو پالیسیاں بناتے ہیں۔ ہمارے دوست جو پالیسیاں بناتے ہیں جب ہم آپ کو تجویز دیدیتے ہیں کہ جناب خامی اس طرف ہے۔ اور ان دشمنوں سے بچائیں۔ تو کہتے ہیں کہ ہم ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ اگر ہم فلاں قوت سے یافلاں ملک سے یافلاں ریاست سے ہم مقابلے کریں گے تو ہم پتھر کے دور میں چلے جائیں گے۔ تو کیا آج ہم پتھر کے دور میں نہیں چلے گئے؟ میں پوچھنا چاہتا ہوں ان سے کہ انہوں یہ فیصلہ کر لیا کہ ہم فلاں اور فلاں سے اتحاد کرتے ہیں اور ہماری مجبوری ہے۔ کیونکہ اگر ہمارے اوپر جنگ مسلط کی تو ہم پتھر کے دور میں چلے جائیں گے۔ تو مجھے بتایا جائے آج ہم ان پتھر کے دور میں چلے گئے ہمارے درمیان سے یہ تعلیم یافتہ یہ ہنرمند لوگ جب نکل گئے تو کیا ہم اُسی دور میں نہیں چلے گئے؟ لیکن میں سمجھتا ہوں میڈم اسپیکر صاحبہ! میں آج اس ہاؤس کے اندر میں تمام دوستوں سے گزارش کرتا ہوں کہ ایک سنجیدگی کے طور پر اس پر کھلی بحث کی جائے اور تجویز دیدی جائے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم ایک دوسرے کے الزامات کی بجائے اس قسم کا ماحول پیدا کر لیں کہ اس مشکل سے ہم نکلنے کے لئے کوئی نہیں کرنے کا ساتھ ڈھونڈ سکتے ہیں۔ اور میں آج، اگر ہم ایک طبقہ دوسری پارٹی تیسری پارٹی پر الزامات لگا کر کے جیسے کہ ہماری پہلی سے روایت چلی آرہی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ سارا فائدہ اُن قوتوں کو پہنچتا ہے جو ہمارا سب کا مشترکہ دشمن ہے۔ اور میں آج اُن لوگوں سے یہی گزارش کرتا ہوں۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) میں آج دوستوں سے یہی گزارش کرتا ہوں کہ آج کیونکہ ہم مسلمان ہیں۔ اور اسلام ایک اعتدال کا نظام ہے۔ جس کا مفہوم ہے: میں نے تم میں کی ایک درمیانہ امت بنائی پیدا کی ہوئی ہے اللہ ایک اعتدال کا راستہ اختیار کیا جائے۔ تو ہمیں اعتدال کا راستہ لینا چاہیے۔ نہ زیادہ اتنا چاپلوں بنیں کہ جو حقائق ہیں وہ بھی ہاؤس کے سامنے ہم بیان نہیں کر سکتے ہیں۔ اور نہ زیادہ اتنا بن جائیں کہ جو بھی کچھ ہو ہم دشمنوں سے غافل ہو کر کے اپنے درمیان میں اڑائی شروع کر لیں۔ بلکہ جو ہم اپنے آپ کو عوامی نمائندے سمجھتے ہیں۔ جو کہ یہاں کے ایک کروڑ عوام کے جو ہم بلوجہستان کے نمائندے ہیں۔ تو نمائندگی کا کردار ادا کر لیں۔ اور میں آج ان کے اُن لمبے عوامل پر جانے کے لئے کہ ہمارے ملک کے اوپر جو کچھ ہو رہا ہے ان کا بہت بڑا دستان ہے۔ طویل دستان ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آج میں ان قوتوں سے جو فیصلے کرنے والے لوگ ہیں اُن سے پوچھنا چاہتا ہوں اُن سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ مجھے بتائیں کہ تم لوگوں نے کبھی بھی ہمارے اوپر اعتماد کیا ہوا ہے؟ تم لوگوں نے کبھی بھی اس ہاؤس کو اعتماد میں لیا ہوا ہے؟ تم لوگوں نے پالیسی بنانے کے وقت کبھی بھی عوامی نمائندوں کو کبھی آپ لوگوں نے اعتماد کیا ہوا ہے کہ ہم یہ پالیسی بناتے ہیں؟ اور میں آج پورا چودہ سولہ کروڑ عوام اور نمائندوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ مجھے بتائیں رحمن ملک صاحب تو یہاں تشریف فرمائیں اُنہوں نے بھی پانچ سال وزارت

داخلہ سنپھلا۔ اور میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کبھی پالیسی بنانے کے وقت میں کہ یہ میرے دشمن ہیں اور یہ میرے ریاست کے دوست ہیں۔ اور میں دوست اور دشمن اور کبھی بھی ہم نے دشمن کا تعین کیا ہوا ہے اپنے عوام کے سامنے اپنا دشمن رکھا ہوا ہے کہ یہ میرا دشمن ہے ان سے خیال رکھیں۔ اور یہ میرا دوست ہے ان کو اپنے ساتھ رکھیں۔ تو پھر عوام اسی پر چلتی ہے پھر عوام کو کیا پڑی ہے کہ اپنے ملک کی مخالفت کرتے ہیں۔ پھر عوام کو کیا پڑی ہے کہ اپنے ملک کے اور یہاں کے اداروں، ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ پاکستان نہ ہو تو ہم کیا ہو جائیں گے۔ کون اس طرح ہو گا اس ملک کا مخالفت کریں گا۔ لیکن جناب اپنے کیا! ہمارے لوگوں کے بیانات آتے ہیں۔ جب ہم سیاسی جماعتوں کو ادھر، ادھر ہوتے ہیں تو ہمیں اب تک فیصلے کرنے والوں نے نہیں بتایا ہے کہ میرا دشمن کون ہے۔ اور میں کس سے دشمنی لے لوں اور کس سے دوستی کروں لہذا کوئی اپنا بولی بولا جاتا ہے کوئی پانا بولی بولا جاتا ہے لہذا آج میں خداران سے پوچھنا چاہتا ہوں یا ہمیں اپنا دشمن بتادیں ہمارے ملک کا دشمن ہماری اس ریاست کی حدود وار بعکس کے اندر جو ہماری ایک ریاست ہے اُس کا دشمن کون ہے۔ اور مجھے تو معلوم ہے اپنا دشمن۔ مجھے اللہ نے بتایا ہے اپنا دشمن۔ جب میں نے ایک اسلامی ریاست بنادی اور اللہ کے نظام کی حاکمیت کے لئے بنادی۔ تو اللہ نے مجھے بتایا ہے کہ جس کا مفہوم ہے: یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ۔ یا آپ کے کبھی دوست نہیں ہو سکتے یا آپ کے دشمن ہیں۔ اور مجھے اپنی تاریخی بتاتی ہے۔ اللہ بھی بتا رہا ہے۔ اور تاریخ بھی ہمیں بتا رہی ہے کہ جن قوتوں سے ہم نے آزادی حاصل کر لی۔ کیا یہ خطے ہم نے کیسے حاصل کی۔ میں تمام سیاستدانوں اور ملک کے لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں یہ ہم نے کس سے حاصل کیا۔ اسی انگریز اسی یہود، اسی نصاریٰ سے ہم نے حاصل کر لیا۔ لاکھوں لوگ شہید ہو گئے۔ اور ہم نے خطے حاصل کر کے۔ اور آج ہم نے پوری دنیا میں اور اپنا دوست ہی بنائ کر کے دیا۔ آج چلیں آپ کہتے ہیں کہ آج میں روشن خیال بن گیا۔ کل کے لوگ انہیاں پسند تھے آج ہم روشن خیال ہیں کیونکہ ہم دنیا کے ساتھ گزارہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو مجھے بتائیں جب ہم امریکہ کو اپنا دوست سمجھتے ہیں نیٹو کو ہم اپنا دوست سمجھتے ہیں اتحادی سمجھتے ہیں اور جب ہم نے ایک ٹیلیفون وہاں سے withdraw ہو کر کے تمیں چالیس سالہ جو افغانستان میں ہم جو کچھ کیتے تھے، ہم withdraw ہو گئے، واپس آگئے۔ لیکن کیا ہم نے ان کے ساتھ طے کر لیا کہ ہم خطے کے اندر تو دشمن رکھتے ہیں۔ ہمارے خطے کے اندر میرے بھی دشمن ہیں۔ تو اگر میں آپ کے ساتھ دوستی کرتا ہوں۔ تو میں آپ کا دوست ہوں لیکن دوست کا دشمن تو دشمن ہوتا ہے۔ ہمارے قبائلی معاشرے میں بھی یہ ہوتا ہے۔ لیکن مجھے بتائیں کبھی آپ نے ان سے کہا ہے کہ جب میں آپ سے دوستی کروں گا اور وہاں سے withdraw ہو جاؤ گا تو مجھے بتائیں کہ آپ میرے دشمن کے ساتھ ہوں گے یا میرے

ساتھ ہوئے؟ لیکن انہوں نے تو آپ کو بتا دیا کہ دوست یاد شمن۔ لیکن آپ نے پھر بھی اُن سے پوچھا ہے کہ میرے خطے کے اندر تم، جو آج ہم کہتے ہیں جو نواب صاحب نے بھی بیان دیدیا جو کہ ہمارے دوست بیان دیتے ہیں کہ ”را“ ہمارے اس معاملے میں ملوث ہے۔ تو کیا اُس ”را“ کے بارے میں ہم نے اُن سے پوچھا ہے کہ آپ ”را“ والوں کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں یا دشمنی؟ اور دوستی اس طرح ہوتا ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں دوستی اس طرح ہوتی ہے۔ do کی بنیاد پر دوستی ہوتی ہے دنیا میں؟ دنیا کی تاریخ میں کبھی دوستی do-more کی بنیاد پر نہیں ہوتی۔ دوست پھر دوستی کرتا ہے۔ لیکن آپ مجھے دوست سمجھتے ہیں اور آپ مجھے do-more اتنا آگے بڑھیں۔ اپنے ملک کے اندر کرویں۔ ادھر کرو، ادھر کرو۔ اور کہتے ہیں کہ میں آپ کا دوست ہوں۔ اور پھر انڈیا جب ہمارے بارے میں جو بھی رائے رکھتا ہے لیکن امریکہ ان کے ساتھ ہے اور آپ نے، اُسی دن کے اخبارات میں آپ نے دیکھ لیا کہ امریکہ اور انڈیا ایک زبان ہو گئے۔ لیکن جب وہ ایک زبان ہو گئے۔ اور آج بھی ہم توقع رکھتے ہیں کہ یہ ہمارا دوست ہے۔ اگر ہمارے ملک استبلشمنٹ اسی بات پر قائل ہے کہ عوامی نمائندے ہیں کہ مجھے پالیسی بھی دیا جائے۔ اور ہم آپ کی پالیسی کا احترام کرتے ہیں۔ تو آج سے میری پوری سیاسی جماعت میر امطابخ اور ہمارا موقف یہ ہے کہ ہم ان لوگوں سے اپنا ہاتھ کھینچ لیں۔ کیونکہ اللہ نے مجھے تباہی کے لیے آپ کے دوست نہیں ہو سکتے۔ اور یہ coalition support fund جب ہم لیتے ہیں۔ تو یہ ہمارے لئے زبرقائل ہے۔ اور ہمارے نوجوان جو آج چلے گئے، یہ اسی کے نذر ہو گئے۔ لہذا ہم ان سے دوستی ختم کر کے ہم ان سے معاهدے ختم کر کے اور clear-cut برابری کی بنیاد پر ان سے کہا جائے کہ آپ اگر میرے خطے کے اندر میرے دوست ہیں اور جب خطے کے اندر میں آپ کا جنگ لڑ رہا ہوں یہ ہماری جنگ نہیں ہے، جو ہم خطے میں جنگ لڑ رہے ہیں یہ ہمارا جنگ نہیں ہے۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ ہم امریکہ کا جنگ ادھر لڑ رہے ہیں لیکن پھر do-more کے مطالبے بھی ہم کرتے ہیں۔ پھر میرے دشمنوں کو بھی آپ پالتے ہیں۔ پھر ہماری سر زمین کے اندر آپ ڈرون حملے بھی کرتے ہیں اور ہمیں ذیل بھی کرتے ہیں اور پھر اسی حوالے سے ان لوگوں کو آپ جو آج ہمارے لوگ نشانہ ہو گئے، یہ اس طرح نہیں ہے کہ کوئی حاجی صاحب کو حکم دیدیں اور حاجی صاحب جا کے یہ لوگ مدرسوں میں نہیں ملیں گے۔ یہ لوگ گھروں میں نہیں ملیں گے۔ ایک وکیل نے بیان دیا ہوا تھا کہ بہت افسوس کی بات ہے مریں گے بھی ہم اور آپ پیش اور تلاشی بھی میرے گھر کے لئے۔ پاکستان اور بلوچستان میرا گھر ہے اور ادھر میرے گھر کے اندر ڈھونڈ رہے ہیں۔ یہ میرے گھر کے اندر آپ کو نہیں ملے گا۔ اگر میرے گھر کے اندر آپ ڈھونڈ رہے ہیں تو کبھی بھی آپ کو نہیں ملے گا اور کبھی بھی امن قائم نہیں ہو سکے گا۔ اگر جو قوتیں آپ

do-more کا مطالبہ کرتی ہیں تو اگر آپ ان سے کہہ دیں کہ کوئی do-more نہیں ہو گا اور ہم آپ کے کہنے پر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھیں گے۔ اور اگر وہ پتھر کا دور ہے اگر جس چیز سے آپ ڈرتے تھے اس میں تو ہم چلے تھے۔ اور آگے بھی چلیں گے۔ آگے بھی بڑھیں گے تو جب آپ چلے گئے اور آپ کے ساتھ یہ سب کچھ ہو گیا تو اسی بنیاد پر اگر ہم نے ان قوتوں سے اور خطے کے اندر جو موجود فورسز ہیں اور ہم پاکستان کے رہنے والے بلوچستان کے رہنے والے اس بات پر متفق ہو گئے کہ ہمارے دشمن وہ ہیں اور جتنے بھی ہمسایہ ہیں اگر تھوڑی سی ہمارے ساتھ دشمنی ہے ہم مذاکرات کی بنیاد پر، ہم خطے کی رہنے والوں کی بنیاد پر، ہم ان کیستھو وہ تو معاملہ طے کر سکتے ہیں 9/11 یا اس سے پہلے یہ چیزیں کہاں تھے۔ یہ انسداد دشمنگردی کی بنیاد پر جب جنگ شروع ہو گئی تو اسی بنیاد پر یہ ساری چیزیں ہمارے سامنے آ گئیں۔ 11/9 سے پہلے اس چیزوں کا تصور ہم کر سکتے تھے تھے کیا؟ لیکن جو ہمارے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم انسداد دشمنگردی تو اسی کی بنیاد پر فروغ دشمنگردی ہو گئی۔ لہذا میری تجویز اور میری جماعت کی تجویز اور سب پاکستانیوں کی تجویز ہم یہی اس اتحاد کو ختم کر کے اپنے ہمسایوں سے تعلقات بنا دیں۔ چوٹ مولے جو اختلافات ہیں وہ ختم کریں۔ اگر ہمارے ملک کے اندر ”را“ بالکل میں سمجھتا ہوں کہ انڈیا ہمارا دشمن ہے لیکن اس کی پشت پر جب امریکہ نہ ہو تو انڈیا سے ہم کتنی جنگیں لڑی ہیں کونسے آسمان انہوں نے گرایا ہے؟ اگر ہم کہتے ہیں کہ افغانستان ہمارا دشمن ہے تو کیا ہم نے بنا دی یا پہلے سے وہاں تو ایک فوجی کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ ایک فوجی ہماری اس بارہ پر ضرورت نہیں تھی۔ لیکن آج ہم نے کتنے فوجی وہاں لگائے ہیں؟ کتنے ہمارے لوگ وہاں گئے ہیں؟

میڈم اسپیکر: مولانا صاحب! conclude کریں ٹائم ختم ہو گیا۔

قائد حزب اختلاف: اگر کہتے ہیں کہ ہمارا ایران، تو اس وجہ سے ہم نے ہمسایوں کے ساتھ جو تعلقات خراب کیئے ہوئے ہیں۔ ہماری اس فورس اور اس ہاؤس اور میری تجویز یہ ہے میں نواب صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ بلا ٹین، بیٹھ جاتے ہیں، ہماری تجویز کو سن لیں، تجویز کے بعد فیصلے کر لیں، پھر اقدامات کر لیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم نے ایک دوسرے کی رائے کا احترام کیا۔ ہم ان لوگوں کی قربانیوں کا بالکل احترام کرتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں جو ہمارے فوجی میرے لوگ فورسز والے مرتبے ہیں وہ بھی انہی collation کی نذر ہوتے ہیں جب ہمارے عوام مرتبے ہیں تو بھی انہی collation کی نذر ہوتے ہیں اور میرے خطے کے اندر جو بھی کچھ ہے یہ انہی کی دوستی کی وجہ سے ہے۔ لہذا ان سے تعلقات ختم کر کے نظر ثانی بھی چھوڑ دیں۔ اور اپنی پالیسی آزاد بنیاد پر اپنی پالیسیاں بنادیں اپنے ہمسایوں کے ساتھ تعلقات شروع کر دیں۔ اپنے ملک کے اندر

امن قائم کریں۔

میڈم اسپیکر: thank you آغارضا صاحب۔

آغا سید محمد رضا: آعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ۔ سُمْ الْلَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ قرارداد میں لکھے ہوئے کچھ الفاظ دو ہرانا چاہوں گا کہ ایک عظیم قومی سانحہ، انسانیت سوز واقعہ اور دشمنگردی و بربریت کی بدترین مثال گردانتے ہوئے اس المناک واقعہ کی شدید الفاظ میں نذمت کرتا ہے یہ ایوان۔ اور تمام شہداء کے خاندانوں اور درجنوں زخمیوں اور متاثرین سے ہمدردی و تیکھی کا انہصار کرتے ہوئے دشمنگردانہ کارروائی کرنے والے اور ان کے سر پرستوں اور سہولت کاروں کے خلاف، سر پرستوں اور سہولت کاروں۔ اسی ایوان سے اسی جگہ، میں اس کو مقدس جگہ کہتا ہوں، کھڑے ہو کر بارہا اسی چیز کی ہم نے نشاندہی کی کہ خدار! ہماری نسل کشی روکیے۔ یہ نسل کشی وہیں رکے گی اور بات بہت آگے تک بڑھے گی، ریکارڈ پر موجود ہے، یہ باتیں بیٹیں سے میں نے کی تھی۔ بہت زیادہ رنگ دینے کی کوشش کی گئی کہ یہ فرقہ واریت ہے۔ جب 17 سالوں میں ہماری بدترین نسل کشی جاری تھی۔ ابھی مولانا صاحب اٹھ کر چلے گئے انہوں نے کہا کہ یہ 11/9 کا شاخانہ ہیں بالکل غلط ہے یہ۔ 1985ء سے ہماری نسل کشی جاری ہے 1999ء سے اسیں انہائی تیزی آگئی۔ اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ سو، سو لاٹھیں۔ بلکہ لاٹھوں کے ٹکڑے ہم نے اپنے ہاتھوں سے انھائے۔ تین مرتبہ میں خود بم دھماکوں سے چاہوں۔ اور اس طرح کی کارروائیاں پہلے بھی ہوتی رہیں۔ اگر اس وقت اس معاملے کو serious لے لیا جاتا ہمارے قاتلوں کو جو کہ یہی لوگ ہیں، انکو پکڑا جاتا۔ پہلے انہوں نے ایک ٹینکیک اپنائی کہ یہاں شیعہ، سنی فسادات کروایا جائے فرقہ واریت کا رنگ دے دیا جائے۔ لیکن ہماری پالیسی نے صبر و حوصلے نے ہمیشہ انھیں ناکام بنایا کیونکہ ہم ایک مستحکم پاکستان چاہتے تھے۔ ہمیں قائد اعظم کا پاکستان ہمیں علامہ اقبال کا پاکستان چاہیے۔ ہمیں کسی داعش کا، کسی ملا عمر کا پاکستان نہیں چاہیے۔ ہم پاکستان میں رہتے ہیں۔ ہمیں پاکستان کی پالیسیاں اور پاکستان میں رہ کر وطن عزیز، اس سرزی میں کی بات اور بقا کی بات کرنی ہوگی۔ اگر ہم نے یہاں رہنا ہے۔ یہ المناک واقعہ جو رونما ہوا ہے، اس کی جتنی ہم نذمت کریں وہ کم ہے۔ صرف وہ یہ درمحسوس کر سکتے ہیں جن کے اپنے گھروں سے جنازے اٹھے ہوئے ہیں، میں نے پہلے بھی یہ بات کہی تھی اور دو ہرانا میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا کہ میں دوبارہ یہ بات دوہراوں۔ نواب صاحب تشریف فرماتھے ایک ڈنر پارٹی تھی وہاں پر بعض ایسے لوگ تھے جن کا نام میں نہیں لوں گا، ان کے ساتھ بات ہو رہی تھی۔ میں نے یہی بات کی کہ اس وقت ہر طرف سے ہم پر حملہ جاری ہیں اور ہم ozone-layer بنے ہوئے ہیں زمین اور سورج کی radiation

کو ہم نے روکا ہوا ہے لیکن ڈریئے اس دن سے جس دن ہم ہٹ جائیں گے پھر یہ radiation ساری چیزوں کو تباہ کر دیگی And now this is the time کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ پاکستان کے ان دشمنوں نے، چاہے وہ داعش ہو، کوئی شکر ہو، چاہے وہ ”را“ کی صورت میں ہو۔ لیکن ان کی سہولت کا رجسیسا کہ بیہاں میں نے پڑھ کر سنایا ان کی سرپرستی کرنے والے، آخران کو یہ ساری چیزیں میسر کہاں سے آتی ہیں بارہا میں نے یہ بات یہیں سے کہی ہیں کہ بغیر پیسوں کے بغیر سہولت کاروں کے ہو، ہی نہیں سکتا کہ ڈشٹرڈانہ کا روایا ان کی جائیں ان ڈشٹردوں کو پناہ کون دیتا ہے پہنچ کہاں ہیں یہ؟۔ بیشک یہ ”را“ کی کارروائی ہے لیکن raw-material انکو بیہاں سے مستیاب کون کرتا ہے؟ بارہا میں نے یہ باتیں کی ہیں بیہاں سے کہ خدارا! اب بھی اگر ہم نے ہوش کے ناخن نہیں لیے تو پھر ہمارا اطن خطرے میں پڑ جائیگا یہ ایک وارنگ ہے۔ پہلے جو بھی باتیں میں نے کہی ہیں وہ 100% سے سچ ثابت ہوئی ہیں۔ اس لیے میں وہ own کر رہا ہوں یہ ساری چیزیں۔ میں اپنی پارٹی کی طرف سے، ایم ڈبلیو ایف کی طرف سے بہانے لے ڈال مذمت کرتا ہوں اس چیز کی۔ اور ایک چیز میں سینہ ٹھونک کر یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ ہم نے ہر ہر قدم پر ڈشٹردوں کی عزم کو ناکام بنایا۔ جہاں کہیں انہوں نے کوشش کی کہ فرقہ واریت ہو، ہم نے نہ صرف یہ کہ مختلف پاکستان، ہم نے ہمیشہ پاکستان میں، پاکستان کے 20 کروڑ عوام کی بات کی ہے۔ ہم نے ہمیشہ یہ مطالبہ کیا کہ مٹھی بھر ڈشٹردوں کے خلاف کارروائی ہو۔ نہ یہ کہ 20 کروڑ پاکستانیوں کو ہم کہیں کہ آپ غاروں میں چلے جائیں۔ سیکورٹی کے نام پر آپ کپروں میں چھپ جائیں۔ ہم نے کبھی یہ بات نہیں کی، پر ام منسر سے بھی جب یہ بات ہوئی میں نے یہی کہا کہ ڈشٹردوں کو پکڑا جائے، ڈشٹردوں کو انصاف کے کٹھمرے میں لاایا جائے، ان کی سہولت کاروں کو پکڑا جائے، منی لانڈرنگ کو روکا جائے۔ اور سارے مدارس کو بدنام کرنے کی پالیسی اپنانے کے بجائے مانیٹرنگ سسٹم ہو، نہ صرف منی لانڈرنگ کے حوالے سے بلکہ نصاب کے حوالے سے کہ پڑھایا کیا جاتا ہے، کتنی نفرت، کتنا زہر بھرا جاتا ہے لوگوں کے ذہنوں میں کہ وہ آ کر انسانی جانوں سے کھینے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو مذہب کا چیخپن بنانا کہ صرف یہ کہ سر ٹیکنیکی تقسیم کرتے ہیں جنت کا، دوزخ کا، اپنے آپ کو جتنا تصور کرتے ہیں دوسرے کو دوزخ۔ آخر یہ سر ٹیکنیکی انکو دیا کس نے؟ کو نسا ایسا نصاب پڑھایا جاتا ہے کہاں سے آتا ہے یہ نصاب؟ میں نے بھی اُس وقت بھی جب ڈاکٹر عبدالمالک صاحب کی حکومت تھی یہ بات کہی تھی کہ کم از کم اپنے علاقے، چونکہ میں اپنے عوام کا نمائندہ ہوں میں یہ آپ کو آفر کرتا ہوں کہ آپ آہیں ہمارے علاقے سے ہمارے مدارس سے شروع کیجیئے، نہ صرف نصاب بلکہ آپ یہ بھی دیکھیئے کہ پیسے کہاں سے آتا ہے ان سب کو؟ لیکن پتہ

نہیں کہ کیوں ان ساری چیزوں کو for-granted لیا گیا۔ اور متواتر یہ واقعات دوہرائے جاتے رہے ہیں۔ اور اگر کسی کے ذہن میں اب بھی یہ خیال ہے کہ۔۔۔

میڈم اسپیکر: آغا صاحب conclude کریں۔ نائم زیادہ ہو گیا۔

آغا سید محمد رضا: اگر اب بھی کسی کے ذہن میں یہ خیال ہے کہ یہ 9/11 کے بعد کی کارروائیاں ہیں تو یہ بات مغالطہ ہے، کم از کم کوئی کی سطح سے 1985ء سے یہ واقعات شروع ہوئے ہیں ہماری نسل کشی جاری تھی اور ابھی بچھلے دنوں ان واقعات میں ذرا سے کمی آئی ہے۔

میڈم اسپیکر: شکریہ۔ جی۔ جی آغا صاحب! please آپ تشریف رکھیں۔

آغا سید محمد رضا: thank you very much

میڈم اسپیکر: جی عبد القدوس بزنوج صاحب۔

میر عبدالقدوس بزنوج: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ شکریہ میڈم اسپیکر! آپ نے اس اہم topic پر مجھے بولنے کا موقع دیا۔ جو سانحہ یہاں رونما ہوا واقعی اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے وہ کم ہے۔ کیونکہ انہوں نے ہم سے ہمارے وہ cream جو کہ کئی برسوں کے بعد کئی صدیوں کے بعد ہمیں نصیب ہوئے تھے، ہم سے جدا کیا جس سے بلوچستان کا ایک حساب سے کرتواڑی دی۔ اس دہشتگردی نے۔ اور پورا پاکستان اور بلوچستان کو سوگ میں ڈال دی۔ ہم شروع دن سے ہمارے ایم پی ایزی یہی کہہ رہے ہیں تھے کہ دہشتگرد چاہے جس شکل میں ہو، کوئی کہہ رہا تھا کہ یہ ناراض گروپ ہے کوئی کہہ رہا تھا کہ یہ اچھے طالبان ہیں، کوئی کہتا ہے کہ بُرے طالبان ہیں۔ دہشتگرد تو دہشتگرد ہیں، چاہے جس شکل میں ہوں۔ جہاں بھی ہوں ہم ان کو کسی صورت میں نہ ان کو چھوڑ دیں گے۔ ان کے خلاف کارروائی ہونی چاہیے۔ یہ ہاؤس کی ذمہ داری ہے۔ آج ہم یہ قرارداد لے ہیں کیوں ہم پہلے نہیں لائے؟ جب ہم نے سب کچھ کھو دیا۔ ہمارے پاس جتنے پڑھ لکھ لوگ تھے ہمارے جتنے معزز معتبرین تھے سارے گئے ہیں آج ہم اس اسٹیچ پر پہنچے ہیں کہ اس چیز کے خلاف ہمیں شروع دن سے کارروائی کرنی چاہیے تھی۔ شروع دن میں ہمیں قرارداد لانی چاہیے تھی کہ دہشتگرد کی شکل میں ہمیں انکو اپنی صفوں میں جگہ نہیں دینا ہے۔ ہم نے انکو بلوچستان میں جگہ نہیں دینا ہے۔ یہ ذمہ داری ہماری ہے یہ ذمہ داری سیکیورٹی ایجننسیوں کی ہے یہ ذمہ داری ہماری سوسائٹی کی ہے کہ ہم اپنے اندر دیکھیں ایسے قسم کے لوگ ہیں ہم انکی پوائنٹ آؤٹ کریں اور ہم ان کو نکالیں اور یہاں لے آئیں۔ اُنکے خلاف کارروائی ہو۔ اور ایک یہ کہیں کہ ایک سیکورٹی ایجننسی کریگا، ممکن نہیں ہے کہ ایک ادارہ یہ چیزیں کر سکیں۔ پارلیمنٹ یا ہاؤس کر سکتا ہے یہ بھی ممکن نہیں ہے، ہمیں سب مل کر بحثیت قوم اس چیز کے

خلاف نکلنا پڑیگا۔ انکو اپنی صفوں سے نکالنا پڑیگا۔ ان دشمنوں کو جدھر بھی ہیں انکو انکے ٹھکانوں میں ختم کرنا پڑیگا۔ آج کا دن اور 8 تاریخ کا جو واقعہ ہوا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان سخت حالات میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں۔ ایک دوسرے کو مضبوط کریں نہ کہ ایک دوسرے کی، اپنے ہی اداروں کو اسیں، انکے اداروں کے خلاف بات کریں۔ کیونکہ ہم لوگ جنگ کی حالت سے گزر رہے ہیں۔ کوئی ادارہ نہیں چاہے۔ ہماری پولیس کے جوان اور آفیسر ان شہید ہوئے ہیں۔ ہماری FC کے جوان اور آفیسر ان شہید ہوئے ہیں۔ ہمارے فوج کے جوان اس دشمنوں میں سیکورٹی کے انجام دہی میں وہ ہم سے جُدا ہوئے ہیں۔ تو ہمیں ملکراکی دوسرے کی ہاتھ مضبوط کرنی چاہیے۔ اور اس دشمنوں کے خلاف ملکہمیں آگے چلنا چاہیے۔ اور ان سخت حالات میں ایک دوسرے کے ساتھ رہ کر ہمیں چلنا پڑیگا۔

Thank you Madam.

میڈم اسپیکر: Thank you حسن بانو صاحبہ۔

محترمہ حسن بانو رخشنافی: بہت شکریہ میڈم اسپیکر! میڈم اسپیکر! میں اپنی تقریر کا آغاز ایک پولیس الہکار کی بات سے کرتی ہوں۔ ایک پولیس الہکار کی کہیں پڑیوں لگادی گی کہ آپ یہاں ڈیوٹی دیں۔ تو کچھ دن بعد اسکو کہا کہ، وہ فوراً آرڈر مل گئے کہ فلاں جگہ پر حملہ ہوا ہے آپ وہاں جا کر ڈیوٹی دیں۔ تو وہاں دو، چار دن اُس نے جا کر ڈیوٹی دی۔ پھر تیسرا جگہ پر اسکو کال آئی کہ آپ یہاں چھوڑ کر وہاں جائیں۔ وہ نہایت معتر ہو کر اپنے اُس آفیسر کے سامنے گیا۔ اُس نے کہا کہ جناب آپ میری وہاں ڈیوٹی لگائیں میں جہاں بم بلاست ہونے کے بعد یا حملہ ہونے کے بعد نہیں، اُس سے پہلے میری ڈیوٹی لگائیں۔ تو یہی حالت کچھ ہمارے یہاں بھی، یہی حالات ہو رہی ہے۔ اور دوسری میڈم! جو میں آپ سے بات کرنا چاہ رہی ہوں۔ سول ہسپتال اور BMC ہسپتال جو ہمارے یہاں ہیں۔ یہاں تو مجھے اسوقت شاید میری گورنمنٹ کے لوگوں کو یہ بات بُری لگے۔ وہ اسوقت کوئی کام نہیں کر رہے ہیں۔ وہ بالکل zero stage پر ہیں۔ انکو آپ تالے لگادیں یا انکو آپ کرائے پر دیدیں۔ تاکہ جو اُس سے بیل آیگا وہ آپ CMH والوں کو اُنکے bill-pay کر دیں۔ کیونکہ اسوقت جو سارا کام کر رہے تھے وہ CMH میں تھے۔ وہاں میں نے اپنے آپ کو بے حد اکیلا اور تہا اسوقت محسوس کیا جب میں CMH میں وہاں مریضوں کی عیادت کیلئے گئی کہ وہاں واحد ایک میں ایم پی اے تھی reserve seat۔ پر نہ کوئی ایم پی اے تھا نہ کوئی منسٹر تھا، نہ کوئی۔ جناب وزیر داخلہ صاحب کا فون بند۔ وزیر صاحب کا فون بند۔ سیکرٹری ہیلتھ کا فون بند۔ انکو صرف خون کی شدید ضرورت تھی۔ وہ صرف دو ڈاکٹرز مانگ رہے تھے وہاں سے وہ یہ کہہ رہے تھے اگر آپ کچھ کرنا چاہتے ہیں تو محض ہمارے لیے آپ دو ڈاکٹرز لیکر آئیں۔ تاکہ ہمیں

سر جری میں، تاکہ ہمیں آپ پیشہ میں آسانی ہو سکے۔ سب کے فون بند جارہے تھے۔ اُسکے بعد آخر میں ڈاکٹر مالک صاحب کو فون کیا۔ میں نے کہا آپ کی گورنمنٹ ہے۔ آپ لوگوں کا وزیر صحت ہے۔ اُسکا فون بند جارہا ہے۔ مجھے صرف آپ دو ڈاکٹرز دیدیں تاکہ میں بھی CMH میں سر بلند کر کے فخر سے جاسکوں کہ کبھی میں بھی کوئی کام کر کے آئی ہوں۔ وہاں میں اسوقت گئی۔ دوسرے دن میں وہاں گئی تو وزیر اعلیٰ صاحب سے، آپ کے توسط سے جب وہاں گئی تو گیٹ پر انتہائی شرم کے ساتھ مجھے ہر جگہ اپنا یہ کارڈ دکھانا پڑا۔ ”جناب میں ایم پی ہوں مجھے جانے دیں“۔ یہ میری اوقات تھی اُس دن۔ کہ ایک ایک چیک پوسٹ سے میں بڑی مشکل سے وہاں تک اپنے مریضوں، اپنے لوگوں تک وہاں میں پہنچی ”کہ آپ 10 منٹ انتظار کریں۔“ بھائی کیوں؟ کہا کہ ”فلان آرہا ہے“۔ چلوٹھیک ہے بھائی انتظار کر لیتے ہیں۔ 10 سے 20 منٹ ہو گئے۔ ”بھائی کون آرہا ہے؟“ کہا کہ ”ابھی شیخ رشید ہو کر گئے ہیں۔ ابھی عمران خان آرہا ہے۔“ میں نے کہا چلو باباٹھیک ہے۔ میں اپنی گاڑی سے اُتری میں نے کہاٹھیک ہے میں جاتی ہوں۔ میں جا کر وہاں کھڑی ہو گئی۔ ایم پی اے کارڈ میں نے رکھ دی فوجیوں کے سامنے۔ میں نے کہا بھائی اسکو ماچس کی تیلی لگادیں۔ آج ہی اسلام آباد سے آنے والوں کو آپ اندر بھجوار ہے ہیں۔ یہاں میری لوگ ہیں۔ میں اس بلوچستان کی وارث ہوں۔ اندر بیٹھے ہوئے میرے نوجوان ہیں۔ ماں، بہن، بیٹیاں تڑپ رہی ہیں۔ تین، تین دن سے آپ انکو نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ اسلام آباد سے آئے ہوئے آپ شیخ رشید کو پروٹوکول کے ساتھ اندر جانے دے رہے ہیں۔ اور آپ مجھے اندر نہیں جانے دے رہے ہیں؟ آب میں اس کارڈ کو اپنے سامنے پھاڑ کر پھیکتی ہوں۔ میں یہاں بیٹھی ہوں۔ دیکھتی ہوں کونسا ماہی کالال، خان یہاں سے گزرتا ہے۔ جب تک میں یامیرے لوگ اندر نہیں جائیں گے۔ جب تک یہ ماں، بہن، بیٹیاں جو میرے پاس کھڑی ہیں۔ کہتے ہیں میڈم ہماری عزت کا سوال ہے آپ واپس چلی جائیں۔ میں نے کہا آپ کی عزت کا سوال ہے۔ میرے لیئے موت اور زندگی کا سوال ہے۔ پہلے کسی کو پتہ نہیں تھا کہ میں ایم پی اے ہوں۔ اب سب کو پتہ چل گیا کہ میں ایم پی اے ہوں۔ واپس جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جائیں گے تو اندر جائیں گے۔ اور اکیلی بھی نہیں جاؤ گئی میں سب اپنی ماوں، بہنوں اور بیٹیوں کو لیکر جاؤ گئی۔ دیکھتی ہوں کہ آپ لوگ ہمیں کیسے روکتے ہیں؟ اُسکے بعد انہوں نے ہمیں اندر جانے دیا۔ آپ یقین کریں کہ جو وہ scene میں نے دیکھا ماں، بہن بیٹیاں کس کونے میں دوڑ رہی تھیں۔ کوئی سمجھ رہا تھا کہ میرا شوہر وہاں ہے۔ کوئی سمجھ رہا تھا کہ ہمارا بھائی وہاں ہے۔ کوئی یہ سمجھ رہا تھا کہ میرا بیٹا وہاں ہے۔ وہاں کا جو عالم میں نے اسوقت دیکھا۔ اُسکے بعد وہ فوجی خود میرے پاس آیا۔ اُس نے کہا کہ میڈم! ہم آپ سے مذمت چاہتے ہیں۔ آپ نے

بہت اچھی بات کی کہ آپ کا حق زیادہ بتتا ہے۔ ماں، بہنوں کا حق زیادہ بتتا ہے۔ لیکن ہم مجبور ہیں۔ ہم انکو پروٹوکول دیتے ہیں۔ میری 65 ارکین میں سے may-be ہو سکتا ہے گئے ہونگے۔ لیکن میں جہاں دو دن گئی مجھے ایک بھی میرے اپنے لوگ نظر نہیں آئے۔ وہاں میں نے اپنے آپ کو نزد روازہ تہما محسوس کیا۔ میں اُسوقت یہ سمجھ رہی تھی کہ میں کسی کو ایک گھونٹ پانی بھی پلا دوں۔ تو میں نے کہا کہ شاید میرے ہتھے کا کوئی کام وہاں ہو جائے۔ تین دن تک میڈم اسپیکر! میں تن تہما جو وہاں جاتی رہی بیماری کے باوجود۔

میڈم اسپیکر: حسن بانو صاحب! میں وہاں witness ہوں۔ میں خود بھی تھی۔ اور ہمارے بہت سے ممبر بھی تھے زیارت وال صاحب بھی تھا۔ آپ ملنہیں ہوئے ان سے۔ ایسا نہ کہیں، سب تھے۔ بلیٰ صاحب بھی تھے۔ نواب صاحب تھے۔

محترمہ حسن بانو رخشنانی: ہوئے۔ میں نے کہا ہوئے۔ لیکن معذرت کے ساتھ۔ جو کام ہم کر سکتے تھے، ہوئے۔ پروٹوکول کے ساتھ گئے ہوئے۔ گاڑیوں کے ساتھ گئے ہوئے۔ میں یہ نہیں کہتی ہوں کہ نہیں گئے تھے۔ میں کہتی ہوں مجھے کوئی نظر نہیں آیا۔ یہ بات آپ مانیں یا نہ مانیں۔ آپ کی گورنمنٹ کی طرف سے کسی بھی مریض کو، کسی بھی خاندان کو کوئی سپورٹ 24 گھنٹے کے اندر اندر نہیں ملی۔ اس بات کو تو آپ مانیں یا نہ مانیں۔ اس بات سے کہ کوئی سپورٹ یا اور کچھ اسکو وہاں نہیں ملا۔ اور دوسری بات میں یہ کہو گی کہ وزیر اعلیٰ صاحب سے میری درخواست آپ سمجھ لیں یا اسکو آپ ہماری احتجاج سمجھ لیں یا اسکو آپ کچھ بھی سمجھ لیں۔ 14 اگست منائیں، آپ لوگ بڑے شوق سے، سادگی سے منائیں۔ لیکن اس میں کوئی ڈھول ڈھا کرنا کریں۔ سوبندے ہمارے ختم ہوئے ہیں۔ سونو جوان ہمارے شہید ہوئے۔ سو عورتیں یہاں میں ہوئی ہوئیں۔ کم سے کم اُنکے دو، دو، تین، تین بچے بھی لگائیں۔ تو کم از کم سینکڑوں بچے ہمارے یتیم ہوئے ہیں۔ ہمیں کوئی حقیقت کیا نہیں چاہیے۔ ہمیں کوئی شہزادروائے نہیں چاہیے۔ میرے اپنے سو شہزادروائے آج مٹی کے تلے دفن ہو چکے ہیں۔ ہمیں کوئی ڈھول ڈھا کر نہیں چاہیے۔ simple سے اپنے 14 اگست آپ سر آنکھوں پر منائیں۔ اور ایک بات جو مجھے سننے کو ملی ہے۔ کتنی صداقت ہے مجھے نہیں پتہ وزیر اعلیٰ صاحب سے میں پوچھنا چاہو گی کہ آیا اس بات میں صداقت ہے، سچائی ہے کہ ڈوب میں سُنا ہے کہ وہاں لوگ کہہ رہے ہیں کہ پندرہ ہزار روپے، اگر کسی نے جھنڈا نہیں لگایا تو اس سے ہم 15 ہزار روپے جرمانہ لیں گے۔ کیا اس بات میں اگر کوئی صداقت ہے تو مجھے آپ بتائیں؟ نہیں ہے تو نا۔ وہاں اُنکی آپ صورتحال بتاسکتے ہیں۔ اسکے ساتھ ہی میں اپنی تقریر کو ختم کرتی ہوں۔ شکریہ۔

میڈم اسپیکر: Thank you۔ خالد لانگو صاحب۔

محترمہ حسن باورخانی: لوگوں کا فون آیا تھا۔ اگر آپ کی permission ہو۔ وہ کہہ رہے تھے ہمارا نام لیکر انکے لیئے دعا کرائیں۔ ہم بھی اسکی شدید مذمت کرتے ہیں۔ ہمیں بھی شدید دکھ ہے۔ اور ہماری دعائیں ان لوگوں کے ساتھ ہیں۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو نام لے لوں انکا۔

میڈم اسپیکر: نہیں بس ٹھیک ہے آپ نے بتادی ضروری نہیں ہے کہ انکا نام لے لیں۔ جی خالد لاگو صاحب کو جعفر صاحب! موقع دیا ہے۔ وہ بولنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی point of order پر ہیں۔

میر خالد لاگو: قرارداد پر بات کروں گا۔

میڈم اسپیکر: جی جعفر مندو خیل صاحب! پلیز آپ بات کریں۔

شیخ جعفر خان مندو خیل (وزیر مال، ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن، ہنسپورٹ): وہ میڈم حسن بانو صاحب نے یہ کہا کہ ہم ٹزوہب سے آرہے ہیں۔ فاتحہ کلینے وہاں گئے تھے۔ وہ ہم ڈی سی سے پوچھیں گے۔ پتہ نہیں کس طرح یہ احتجانہ بتیں کرتے ہیں کہ 15 ہزار ہم جنڈے پر جرمانہ کریں گے۔ جنڈا لگانہ لگانا۔ میں بھی آخر ڈپٹی کمشٹر ٹزوہب ہوں، سرکاری آفسر ہوں۔ مجھے پتہ ہے کہ جنڈا لگانہ لگانا مرضی کی بات ہوتی ہے۔ آج بھی جس نے لگائی۔ جس نے نہیں لگائی۔ زیارت وال صاحب بھی ساتھ تھے۔ بلکہ زیارت وال صاحب نے یہ سوال مجھ سے پوچھا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اور بابت لالا بھی ساتھ تھے۔ یہ بالکل غلط افواہ اڑائی گئی ہے۔ جس نے بھی اڑائی ہے۔ کوئی بھی کسی کے اوپر press نہیں کر رہا ہے کہ آپ زبردستی یہ منائیں۔

میڈم اسپیکر: مفتی گلاب صاحب میں نے آپ کو اجازت نہیں دی۔ please تشریف رکھیں۔

جی خالد لاگو صاحب! Floor is with you!

میر خالد لاگو: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ شکریہ میڈم اسپیکر! یہ قرارداد جو آج پیش ہوئی ہے۔ اور جو اسمبلی کا جلاس بلایا گیا ہے۔ یہ ہمارے شہداء جو شہید ہوئے ہیں۔ کس کس کا میں نام لوں۔ کوئی دوست تھا۔ کوئی بھائی تھا۔ کوئی جانے والا تھا۔ جب یہ واقعہ ہوا، میر اعمالہ ہوا۔ میں نیب میں تھا تو آپ یقین کریں میڈم اسپیکر! میرے پاس 50 سے زیادہ volunteers ایسے بھائی، دوست جو شہدا تھے، جنہوں نے اپنے وکالت نامے بھیجے۔ کچھ کے ساتھ میں نے وقت گزارا۔ میر سڑ عدنان کا سی 3 سال میں اور وہ roommate رہے لندن میں۔ اُسکی یادیں۔ سنگت جمالدینی کی یادیں۔ قاہر شاہ شہید کی یادیں۔ بازجان کا کڑ کی یادیں۔ بشیر زہری کی یادیں، نصیر لاگو، کس کس کا میں نام لوں۔ داؤ دکا سی، گلی زریں کا سی۔ ظلم ہوا ہے ہمارے ساتھ۔ ظلم کی انتہا ہے۔ ظلم بہت چھوٹا لفظ ہے۔ لیکن as a Nation بھیت قوم ہمیں ظاہر ہے

انکا مقابلہ کرنا ہے۔ حوصلے کے ساتھ، بہت کے ساتھ۔ اور جو ان مردی کے ساتھ۔ میڈم اسپیکر! میری تو بہت چھوٹی حیثیت ہے۔ میں بہت چھوٹا انسان ہوں لیکن میں کہتا ہوں کہ ہم انکے ساتھ، حکومت انکے ساتھ، پاکستان ریاست انکے ساتھ۔ بلوچستان کی حکومت انکے ساتھ ہے، اگر ہزار سال لڑنا پڑا بھی لڑیں گے۔ اس دہشتگردی کو، اس ناسور کو ہم نے جڑ سے اکھاڑا نہ ہے۔ اور یہ وقت میری خیال میں کسی کو تنقید کا نشانہ بنانے کا نہیں ہے۔ یہ آزمائش کا وقت ہے۔ یہ وقت ہم سے اتحاد و اتفاق اور تجھی کا تقاضا کرتا ہے۔ بجائے کہ ہم ایک دوسرے کو تنقید کا نشانہ بنائیں۔ ضرور ہمارے ساتھ بہت بڑا واقعہ ہوا ہے۔ لیکن اس میں suffer کر رہے ہیں۔ ہماری سیکورٹی فورسز صرف Civilians شہید ہو رہے ہیں۔ ہر طبقے کے لوگ اس میں شہید ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ unity کا وقت ہے۔ کہ ہم سب مل کر وفاقی حکومت، صوبائی حکومت، افواج کو۔ ہماری law enforcement agencies سب کو۔ ہمیں انکی سپورٹ کرنا چاہیے۔ عام عوام پاکستان کی 18 کروڑ ہے۔ ان اداروں کو حکومت کو سپورٹ کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ ان دہشتگردوں کا جو یہ ناسور ہے۔ اسکا مقابلہ کریں۔ اور اسکو اللہ پاک کرے کہ ہمارے ملک میں، ہمارے صوبے میں۔ آج ہمارے شہر میں جو گلی گلی میں ٹینٹ لگا ہوا ہے فاتحہ ہو رہا ہے۔ اور بلوچستان کا وہ کونسا کونہ ہے کہاں لا شیں نہیں گئیں ہیں؟ ہر جگہ گئی ہیں۔ تو یہ وقت ہماری حکومت کو ہمارے اداروں کو سپورٹ کرنے کی ہے۔ ضرور، اگر ان میں کچھ خامیاں ہیں۔ ان میں کچھ laps security ہوئی ہیں۔ ہمیں انکی نشاندہی کرنی چاہیے۔ لیکن نشاندہی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم خدا نخواستہ انکو تنقید کا نشانہ بنائیں، کوئی بھی نہیں چاہتا کہ اس طرح کا واقعہ ہو۔ حکومت اپنی جگہ لیکن یہ درد ہے۔ یہ در دالہ معاف کرے ہم میں سے بہت سارے لوگوں نے یہ دیکھا ہے کہ گولی اور بم دھماکے کو۔ یہ بہت بڑا درد ہے۔ اسکو سہنا اُس شہداء کے لواحقین کو اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے صبر عطا فرمائے۔ تو میں یہ گزارش کروں گا ملک سے، تمام بلوچستان کے عوام سے کہ وہ اس لواحقین کیلئے جو شہید ہوئے ہیں۔ اللہ انکو صبر و توفیق عطا فرمائے۔ دعا کریں جو زخمی ہیں، ہمارے ایک ایم پی اے باجی شاہدہ روڈ، انکے شوہر بھی زخمی ہیں۔ اللہ انکو بھی صحت دے۔ اور ہمیں اتحاد، اتفاق اور تجھی کا مظاہرہ اور حوصلہ افزائی کرنی چاہیے اپنی Thank you اور حکومت کی۔

very much Madam Speaker.

میڈم اسپیکر: ڈاکٹر قیہہ ہاشمی صاحبہ۔ آوازیں۔ ڈاکٹر قیہہ ہاشمی speech کر لیں پھر آپ کو موقع

دیں گے۔ جی بولیں منظر۔ ڈاکٹر صاحب! آپ کو موقع دیتے ہیں۔

مفتی گلاب خان کا کڑ: شکر یہ میڈم اسپیکر! یہ جو بات ابھی حسن بانو صاحب نے دہرانی کہ ژوب میں اس طرح اگر کوئی اپنی دکان پر جھنڈا نہ لگائے تو انکو 5000 روپے جرمانہ کیا جائیگا۔ اس میں بالکل صداقت ہے اور یہ ڈپٹی کمشنر کی طرف سے ہوا ہے۔ میں نے اپنے کانوں سے سننا ہے۔ اور ہر دکاندار دوڑتا ہے اور جھنڈا تلاش کرتا ہے اور اپنی دکان پر لگاتا ہے۔ ہم حب الوطنی کے جذبے کی بالکل مخالفت نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن البتہ اگر آپ ایک بندے کو مجبور کر کے کہ آپ اس جھنڈے کو لگائیں گے۔ تو آپ کے پاس قوت ہو خرید و فروخت کی۔ یا آپ میں جذبہ ہو یا نہ آپ نے لگانا ہوگا۔ تو میرے خیال سے یہ حب الوطنی نہیں یہ ملک کے ساتھ ایک نفرت کی فضاء پیدا کرنی ہے۔ اور یہ لوگوں میں منفی اثرات پیدا کریں گے۔ یہ حب الوطنی کا احساس کسی صورت بھی نہیں دلائیں گے۔ بلکہ ہمارے اپنے ملک کا جھنڈا ہے۔ ہماری اپنی ریاست کا جھنڈا ہے۔ اس سے ہماری محبت ہے۔ ہم اس سر زمین پر رہ رہے ہیں۔ ہمیں اسے لگانا ہوگا۔ لیکن حب الوطنی کے جذبے سے۔

میڈم اسپیکر۔ Point of has been taken please. Thank you

مفتی گلاب خان کا کڑ: اس بات میں کوئی شک نہیں ہے اور یہ ہوا ہے۔ اور میں اپنی کانوں سے سننا ہے۔

میڈم اسپیکر: آپ لوگ non issues کو issues نہ بنائیں پلیز۔ اسوقت اس پر بات نہیں ہو رہی ہے۔ آپ لوگ kindly non issues پر نہ لائیں۔ اسوقت ایک نہ ممکن قرارداد ہے۔ آپ لوگ پلیز اس پر focus رکھیں تو بہتر ہے۔ جی ڈاکٹر حامد اچھزی صاحب۔

ڈاکٹر حامد خان اچھزی (وزیر منصوبہ بندی و ترقیات): یہ بات میں آگے بڑھاؤ نگاہ کہ ڈپٹی کمشنر نے انکار کیا ہے کہ میں نے یہ straight-away issue نہیں کیا ہے اور کیوں کروں گا لیکن بات یہ ہے کہ ہمارے سیکورٹی اداروں کو چاکنگ کرنے کو کس نے کہا ہے کہ وہ ہمارے حلقتے میں، ہمارے slogans مٹا کے ہمارے جھنڈے مٹا کے چاکنگ کر رہے ہیں اور ایک سیاسی نظرے دے رہے ہیں کہ ”پاکستان کا مطلب کیا“ لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ یہ جماعت اسلامی کا نعرہ ہے یہ ہمارے اداروں کا نہیں ہے یہ ہماری دوسری سیاسی پارٹیوں کا نہیں ہے ہماری پارٹی والوں نے بیان بھی دیا ہے اور اسکی نہ ممت بھی کی ہے۔ تو اس حوالے سے اگر وہ لوگ ۔۔۔

میڈم اسپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ بیٹھ جائیں، آپ کا پوائنٹ آگیا ہے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات: Thank you

میڈم اسپیکر: ڈاکٹر رقیہ ہاشمی صاحبہ۔

ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی: Thank you Madam Speaker! جس دن کوئئے میں یہ المناک سانحہ ہوا۔ کوئئے نہ صرف بلکہ پورا بلوچستان سوگوار ہے، رنج و غم کی انتہاء نہیں ہے، بلوچستان کے ہر شہر میں جنازے گئے۔ اور کوئئے کے ہر محلے میں فاتحہ خوانی ہو رہی ہے، نوجوان پڑھے لکھے وکلاء کی شہادت پر جتنے بھی آنسو بہائے جائیں بہت کم ہیں۔ لیکن آج ہم نے اس چیز کا عہد کرنا ہے یہ شہادتیں رایگاں نہیں جائیں گے، میڈم اسپیکر! اس لئے میں صرف چند چیزوں کی طرف نشاندہی کرنا چاہوں گی، یہ ڈیشنٹرڈی کے واقعات، شہادتیں ہمارے لئے نئے نہیں ہیں۔ ہم کئی برسوں سے دھماکے دیکھ رہے ہیں اور جنازے اٹھا رہے ہیں، اور اس وقت جو نظر آ رہا تھا میڈم اسپیکر! ہمارا علاقائی حالات اس طرح نظر نہیں آتے ہیں کہ یہ ڈیشنٹرڈی کو ہم جلدی نہ ملائیں گے۔ اسلئے ہم نے سوچنا ہے کہ یہ ڈیشنٹرڈوں اور ملک دشمنوں کا مقابلہ کیسے کرنا ہے۔ مرکزی حکومت یا صوبائی حکومت یا سرکاری الہکارا کیلئے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں۔ یہ اس وقت ممکن ہے جب پورا معاشرہ یک زبان ہونے کے بعد ان ڈیشنٹرڈوں کو بھی امن دشمن پکاریں۔ میڈم اسپیکر! یہ کام فوج، ایف سی یا پولیس نہیں کر سکتی ہے۔ یہ ہماری ذمہ داریاں ہیں کہ ہم سوں سو سائی ٹی کو میدان میں لاٹیں تاکہ ملک کا بچ بچہ ہمارے سرکاری الہکاروں کے آنکھوں اور کان بن سکیں تاکہ ان دشمنوں کو چھپنے کی جگہ نہ مل سکے۔ اب گولی کی جنگ سے زیادہ نظریاتی جنگ کی ضرورت ہے۔ اور یہ کردار سیاستدانوں نے، دانشوروں نے اور دیگر سوں سو سائی ٹی کے ذمہ داروں نے نبھانا ہیں۔ میڈم اسپیکر! دوسرا اہم مسئلہ اس افسوسناک واقعہ کے دوران سامنے آیا ہے کہ زخمیوں کے علاج و معالجے کے دوران کتنی افسوس کی بات ہے اور دکھ اور شرم کی بات ہے اس واقعہ کو جو کہ سوں ہسپتال میں ہوتا ہے اور صوبائی حکومت کا مرکزی ہسپتال ہے، وہاں جو فوری نویعت کے مريضوں کا علاج ہو سکتا تھا، وہ سی ایم ایچ تک ہونے میں ہم بہت سے شہادتے ہیں۔ بلکہ ان کے والدین، بچوں کے سرپرست اُن کے گھر میں واپس لا سکتے تھے۔ اب یہ کیا بتاؤں کہ ہسپتالوں پر کتنا خرچ ہوتا ہے، سینکڑوں ڈاکٹر ز تینا تھا ہیں اور کروڑوں روپے ماہانہ خرچ ہوتا ہے۔ اور میڈم اسپیکر! یہ ذمہ داری ہماری سوں ہسپتال اور بولان کمپلیکس کی ہے کہ اُسکو اتنا فعال کریں کہ 24 گھنٹے ایر جنسی میں treatment ہو، علاج ہو سکے اور اگر اسی دن فوری طبی امداد مل جاتی تو کئی گھر انوں کی بہنیں یوہ ہونے سے نجیج جاتیں۔ میڈم اسپیکر! اب تو یہ ہو چکا ہے کہ بہت سے گھر انوں کے چڑاغ گل ہو چکے ہیں، عورتیں یوہ ہو گئی ہیں، بچے یتیم ہو گئے ہیں۔ اور دیکھا یہ گیا ہے فاتحہ خوانی، افسوس او رقراردادوں پر قرارداد، حکومت ان یتیموں اور بیواؤں کو بھول جاتی ہے۔ اور ان کی کفالت تک کوئی مستقل

طریقہ کارنیں ہے۔ ہم ایک گورنمنٹ سے اور تین بچے سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وراشت کے شفوقیٹ حاصل کریں، ڈی سی کے دفتر اور مختلف محاکموں کے چکر لگائیں تاکہ سرکاری اعلان کئے گئے فنڈز انکوں سکے۔ میڈم اسپیکر! میرا ذاتی تجربہ ہے ان بیواؤں، تینیوں کو کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ ہزاروں شہداء کے بیوائیں اور تین بچوں کے مستقل طور پر سرکار نے آج تک ثبت دیکھ بھال نہیں کی ہے۔ ان میں بیشمار ایسے ہیں جو اس حادثے سے لڑ رہے ہیں ابھی تک ان بچوں کی کوئی کفالت نہیں ہوئی ہے۔ میڈم اسپیکر! ہم انہیں ایک چیک دے کر بھول جاتے ہیں، میری یہ تجویز ہے کہ مستقل بندیوں پر شہداء کے بیوی، بچوں کے لئے ایک پروگرام ایک پلان بنادیئے جائیں۔ اس کیلئے میری ایک تجویز ہے کہ سو شل آفیسرز ڈیپارٹمنٹ کو اس طرح فعال کیا جائے اور اس محکمے میں پڑھے لکھنے والوں کو نو کری دی جائے۔ اور ایک سو شل آفیسر کے طور پر اور ان سو شل آفیسر کو شہداء کے لواحقین سے رابطہ کرنے کی ذمہ داری دی جائے تاکہ شہداء کے خاندانوں کو جس قسم کی مدد کی ضرورت ہو سو شل آفیسر سے رابطہ کریں۔ یہ اس آفیسر متعلقہ محکمہ میں حکام بالاتک انکی درخواستیں پہنچائیں۔ میڈم اسپیکر!

گوک شہید کی جگہ کوئی پڑنیں کر سکتا لیکن اس رابطے سے لواحقین کو یہ یہ تسلی ہے کہ سرکار ان کو نہیں بھولی ہے، اس پروگرام پلان کو جتنا بھی جدید بنانا چاہیے ہم بنا سکتے ہیں تاکہ شہید اور اس کے خاندانوں کا data نہ صرف سو شل آفیسرز ڈیپارٹمنٹ کو بلکہ ہر محکمے کو دی جائے جہاں بھی ان کو کام پڑے تو ان کے لئے آسانیاں پیدا ہوں۔ اگر اس اسمبلی کو میری تجویز منظور ہو تو فوراً ایک کمیٹی بنادی جائے اور کمیٹی کو سپرد کی جائے تاکہ مہینوں میں نہیں بلکہ ایک ہفتہ میں وزیر اعلیٰ صاحب کو یہ رپورٹ پیش کریں، میڈم اسپیکر! شہداء کے لواحقین اور آفیسر کے لئے ایک اور تجویز جو میرے ذہن میں ہے شہداء آفیسر ٹرسٹ بنایا جائے تاکہ سو سال اُن کے ذمہ داری لیکر ان کے آفیسر اور دیگر امور کی ذمہ داری سنبھل جاسکے۔ اور خاص طور پر جو اس حادثے کے بعد نفسیاتی طور پر مریض بنے ہوئے ہیں جو میں اپنی برادری میں پچھلے 15 سال سے دیکھ رہی ہوں کہ شہدوں کو چیک مل جاتا ہے لیکن نفسیاتی ٹرما میں اتنے پڑے ہوئے ہیں اُس کی طرف آج تک نہیں پہنچ سکے۔ یہ بھی گزارش ہے۔ دوسری میڈم اسپیکر! جیسا شروع میں میں نے کہا تھا کہ رنج و غم کے اظہار سے شہداء کے لواحقین کا غم دُور نہیں ہو سکتا ہے، سرکار کو اور معاشرے کو اپنی ذمہ داری کو پوری کرنی چاہیے، زندہ تو میں کبھی اپنے شہداء کو نہیں بھولتیں۔ تو اس لئے میری چیف منسٹر صاحب سے گزارش ہے ایک شہداء فیملی کارڈ کا اجراء کیا جائے۔ اور یہ کارڈ ایسا ہو اس کی عزت و احترام کیا جائے۔ اس کا روکنے کچھ زیادہ ہوں جو ہمارے پاس ہوتا کہ پولیس، سپاہی اور چیف منسٹر تک اُس کی رسائی پہنچ سکے۔ اور شہداء کے بچوں کے اتنی تسلی ہو کہ ان کے والدین اس معاشرے میں زندگی عزت سے گزار سکیں۔ thank you

میڈم اپسکر: نواب محمد ایاز خان جو گیزی صاحب۔ میں ممبر ان سے request کروں گی کہ جو بونا چاہتے ہیں وہ اپنا نام مجھے بھیج دیں۔

نواب محمد ایاز خان جو گیزی (وزیر پلک ہمیلتھ انجینئرنگ وی ڈی ڈبلیو اے (بی۔ واسا) : آعوذ باللہ من الشیطین الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ”ہم سے قاتل کاٹکا نہ نہیں ڈھونڈا جاتا، ہم بڑے دھوم سے بس سوگ منالیتے ہیں،“ میں آج کراچی سے، کراچی علاج کی غرض سے گیا تھا، کل وہاں آغا خان ہسپتال میں جتنے بھی زخمی وکلاء تھے انکی عیادت کی، خدا کے فضل سے یہ کام تو ٹھیک ہو رہا تھا کہ وہاں جتنے بھی مریض تھے ان کی صحیح ٹریننٹ ہو رہی تھی۔ محترمہ اپسکر صاحبہ! اس august House میں، اس مقدس ایوان میں، وہ کہتے ہیں کہ پتہ نہیں ہے دل ساتھ نہیں دے رہا ہے، ہمت ساتھ نہیں دے رہی ہے کہ اس august House میں ہم بیٹھ کے ہم صاف بات نہیں کر سکتے ہیں۔ ہم غلط کو غلط اور ٹھیک کو ٹھیک نہیں کہہ سکتے ہیں۔ ہر ایک کا دل چاہتا ہے کہ وہ کچھ اُگلے۔ لیکن دبانے کی کوشش کر رہا ہے۔ کیونکہ یہاں سچ بولنے والوں کو سزا ملتی ہے۔ اور جب ہم اس ہاؤس میں سچ نہیں بولیں گے تو یہ ملک ٹھیک نہیں ہو گا۔ ہم ہر وقت حکمرانوں کی خوشنودی کرتے ہیں، ہم اُس کو محسن لگاتے ہیں۔ اور یہ مصیبت افغانستان سے شروع ہو کے پاکستان میں، صوبہ پختونخوا میں داخل ہوا۔ کتنے لوگ اس دشمنگردی کے بھینٹ چڑھ گئے، کتنی مائن بیوہ ہوئیں، یتیم ہوئے بچے، کوئی روڈ، کوئی قبرستان کوئی کھیل کامیڈاں، کوئی سکول ایسا نہیں بچا ہے جو پشتو نوں کے خون سے رنگا نہ ہو۔ آخر ہم نے کیا گناہ کیا ہے۔ کب تک سزادی جائیگی، اس ملک کی خاطر میرے دادا نے ووٹ دیا۔ اس برٹش بلوچستان کو، چیف کمشنر پراؤنس کو پاکستان کا حصہ بنایا، اس کشمیر کیلئے ہمارے پشتون وہاں لڑے، انکو اس وقت سریشیکٹ دیئے گئے، کسی کو شیر کشمیر کہا گیا کسی کو کیا کہا گیا، اب اُسی کے پیچھے ڈنڈا اٹھایا ہوا ہے۔ اور پنجاب سے نکال رہے ہیں کہ آپ پاکستانی نہیں ہیں۔ ہم کب پاکستانی بنیں گے؟ ہم پاکستانی ہونے کا کب ثبوت دیں، ہم نے اسی ملک کیلئے سویت یونین سے ہم لڑے، نیٹو کے ساتھ ہم لڑے، کب تک کیا گناہ کیا ہے، ہم نے نماز ہم سب سے زیادہ پڑھتے ہیں جو ہم سب سے زیادہ کرتے ہیں، رائیوں میں ہم سب سے زیادہ ہوتے ہیں، پھر بھی ہم، ہمارے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ہم نے کچھ، ہم نے سچ بولنا شروع کرنا ہے، اگر ہم نے سچ نہیں بولا تو یہ ملک تباہ ہو گا، یہ ملک نہیں بچے گا۔ یعنی کتنی افسوس کی بات ہے کہ ایک بندہ آتا ہے یہاں پر اور ان کے پاس ایک اسٹیمپ وہاں سے دیا گیا ہے کہ فلاں کو ندار بنائیں اور فلاں کو محبت وطن بنائیں۔ کیا ہم پھر ایک جیب الرحمن بنانا چاہتے ہیں؟ کیا ہم پھر اس مسئلے کو حل کر رہے ہیں؟ یہ ملک ہم نے بنایا ہے۔ یہ کسی کی باپ کی جا گیر نہیں ہے۔ یہ

ہمارا ملک ہے۔ ہم نے اس کے فیصلے کرنے ہوئے گے اور اسی august House میں کرنے ہوئے گے۔ کیونکہ یہ ملک اس لئے تباہ ہوا کہ یہاں کے فیصلے کہیں اور ہورہے ہیں، جب عوام کے نمائندوں کے فیصلے کہیں اور ہوئے گے تو اُس ملک کا انجام یہی ہو گا آج صبح جب میں آیا ہوں تقریباً 15,17 فاتحہ میں نے کہے، بس یہ چلے گا چار، پانچ دن بعد یہ ٹھنڈا پڑ جائیگا لیکن ہم اس سے سبق کیوں حاصل نہیں کرتے ہیں کہ آنے والے اسی ہاؤس کے بجٹ speech میں نے کہا اگر وہ بجٹ آپ نکال لیں اُسی میں ایسی چیزوں کی میں نے نشاندہی کی کہ ایسا وقت جلد ہی آنے والا ہے کہ ہمارے یہاں جو تعلیم یا فتنہ طبقہ ہے، جو آفسرز ہیں، ان کو نشانہ بنایا جائیگا۔ اُس کے بعد ہماری لیڈر شپ کو نشانہ بنایا جائیگا اُس کے بعد ہمیں بلوج و پشتون کو درمیان میں لڑایا جائیگا۔ لیکن ہمیں پتہ نہیں ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ ہم کیا سوچ رہے ہیں۔ میں صاف کہتا ہوں کہ یہاں کی مظلوم تو تین بیٹھ کے اپنا بندو بست کریں کہ ہم نے اس صوبے کو اس ملک کو کیسے چلانا ہے بالخصوص میں پشتونوں کو کہتا ہوں، پشتون لیڈر شپ سے کہتا ہوں چاہیے وہ مذہبی ہوں، چاہیے وہ قوم پرست ہوں، لیڈر شپ، مولانا فضل الرحمن صاحب، مولانا شیرانی صاحب، محمود خان صاحب اسفندیار ولی خان، شیر پاؤ statement same ایک جیسے ہیں۔ میں ان لیڈر شپ کو اپنی لیڈر شپ کو اور سارے پشتونوں کے لیڈر شپ کو میں یہ کہتا ہوں کہ وہ سر جوڑ کے بیٹھ جائیں۔ اور پشتون علاقوں سے تکلیف ختم کریں، ورنہ، ورنہ پھر اس قوم کے بچوں کی ذمہ وار یہی لوگ ہوئے گے۔ یہی لیڈر شپ ہوگی۔ ایسے بیانوں سے کام نہیں چلے گا۔ ایسے بیانات ہم ہر روز دیتے ہیں، فوٹو سیشن، ہم ہر روز کرتے ہیں۔ ہم آج بھی گئے ہیں شہداء کے بچوں کو ہم نے گود میں بٹھایا اور تصویریں لی ہیں، کئی دفعہ میں نے یہ دکھ، درد، غم، یہ چیزیں میں نے بھلا دی ہے۔ یہ ہماری قوم ان چیزوں کا عادی ہو چکا ہے۔ اب ان کا کام ان چیزوں سے نہیں چلے گا۔ انہوں نیں ہوئیں، سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ یہاں کوئی سے دن دیہاڑے دن کے 11 بجے ایک بندہ غواہوجاتا ہے۔ یہاں کتنی ایجنسیاں کام کرتی ہیں ان سب سے بچ کر کے نکل جاتا ہے اور پھر اس روٹ پر وہاں وزیرستان تک میں پچیس جگہوں پر مختلف ایجنسیوں کے barriers لگے ہوئے ہیں۔ چیک پوسٹیں لگی ہوئی ہیں ان سب پر بڑی آسانی سے گزر جاتے ہیں۔ اور ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ نیلے رنگ کی ایک پیچاروں جو بارود سے بھری ہوئی ہے وہ کوئی میں داخل ہوئی ہے۔ تو آپ کو اتنی معلومات ہیں تو اُس نیلے پیچاروں کو آپ کپڑ کیوں نہیں سکتے ہو؟ lack of communication ایجنسیاں ایک دوسرے سے number gainings کے لئے اپنی performance دکھانے کے لئے coordination کرتے ہیں کہ کریڈٹ میں یہ لے جاؤں۔ یہ ذمہ واری کس کی بنتی ہے؟ یہ ایجنس اداروں کی کی بنتی ہے۔ یہ

پہلے بھی میں نے کہا کہ وہ بُک ہر وقت یہ ہوتا ہے کہ ہم آپس میں جب بتیں کرتے ہیں اُنکی ریکارڈنگ کرتے ہیں وہ اس کاموں میں لگے ہوئے ہیں خدار اس ملک کو بچایا جائے۔ اس ملک یعنی اللہ پاک نے ہمیں ایک عجیب ملک ہمیں دیا ہوا ہے قدرت کی ساری نعمتیں ہمیں دی ہوئی ہیں لیکن نااہل لیدر شپ نااہل حکمران آسمیں مسلط ہیں۔ جو غریب عوام اس میں suffer کر رہے ہیں۔ ہماری لیدر شپ نے کچھ۔۔۔

میڈم اسپیکر: نواب صاحب آپ conclude کر لیں۔

وزیر پبلک ہیئت انجینئرنگ وسی ڈی ڈیلویوے (بی۔ واسا): کچھ موثر فیصلے اس پر کرنے ہوں گے اور ایک دفعہ پھر میں repeat کرنا چاہتا ہوں کہ جتنی بھی پشتوں لیدر شپ ہے وہ سر جوڑ کر کے بیٹھیں اور یہ یہاں تک ختم نہیں ہوا یہ تو شروعات ہیں۔ اب آگے آگے دیکھیں ہوتا ہے کیا۔ وہ کہتے ہیں ابھی تو پارٹی شروع ہوئی ہے۔ اب جو آپ کی لیدر شپ گرنی شروع ہوئی ہے تو پھر آپ کو معلوم ہوگا۔ تو میرا اس سارے ہاؤس سے یہ مطالبہ ہے کہ یہ خوف ہم نے چھوڑنا ہوگا۔ ہم ایک خوفزدہ قوم کی خوفزدہ لیدر شپ ہیں۔ جب لیدر شپ خود خوفزدہ ہو جاتا ہے تو عوام کی حالت کیا ہوگی؟ ہمیں اس خوف سے اس قوم کو نکالنا ہوگا۔ محترم اسپیکر صاحب! ایک اس حوالے سے کسی نے لکھا تھا کہ کراچی میں ایک ہیر و خچی مرگیا ہیر و خچیوں نے سوچا کہ اس کو کیسے دفنائیں۔ پھر کسی عقلمند نے مشورہ دیا کہ بنارس کی طرف لے جاتے ہیں وہاں پڑھان رہتے ہیں وہ مدد کریں گے دفنانے میں۔ جنازہ بنارس آیا تو پڑھان ثواب کے چکر میں نکل کر جنازے کو کاندھادیں گے۔ اور ہیر و خچی ایک ایک کر کے نکلنے لگے۔ قبرستان پہنچ تو جنازے کے ساتھ صرف پڑھان رہ گئے اور جنازے کے اصل والی وارث ندارد۔ اب کریں تو کیا کریں۔ نہ دفنا جا سکتا ہے اور نہ چھوڑا جا سکتا ہے۔ ضیاء الحق نے جب افغانستان میں امریکہ کے خلاف جہاد شروع کیا۔ تو اس کو بھی ثواب کے چکر میں پڑھان کا ندھادیتے چلے گئے اور اب یہ جنازہ انکے گلے کا طوق بن گیا۔ نہ اگلا جا سکتا ہے اور نہ اگلا جا سکتا ہے۔ بڑی مہربانی۔

میڈم اسپیکر: مفتی گلاب صاحب۔

مفتی گلاب خان کا کڑ: شکر یہ میڈم اسپیکر! یہ جو حال ہی میں واقعہ ہوا ہے انہائی افسوسناک، دردناک، اور انسانیت کے لئے نہیں بلکہ درندگی سے بھی ابتو واقعہ ہوا ہے۔ اسکی جتنی بھی ندمت کی جائے تو یہ کم ہے۔ البتہ میڈم اسپیکر! بات یہ ہے کہ صرف ندمت سے کام نہیں چلے گا۔ یہ ندمت کی باتیں ہم روز اس ایوان میں اس فلور پر اس ہاؤس میں ہمیشہ کرتے آئے ہیں کہاں واقعہ کی ندمت کرتے ہیں۔ فلاں کو شہید کیا گیا اسکی ندمت کرتے ہیں۔ تو یہی ندمتیں کرتے کرتے ہم تھک گئے

ہیں۔ آج تک کوئی قاتل نہیں پکڑا گیا ہے۔ آج تک کسی واقعہ کی نشاندہی نہیں کی گئی کہ یہ واقعہ کس کی طرف سے ہوا ہے اور اس کی پس پر دھوکہ عوامل ہیں کیا؟ آج تک کسی واقعہ کی پس پر دھوکہ رکھنے والے ہیں اُن کو آشکارا نہیں کیا گیا ہے۔ واقعہ ہوتا ہے تو اُسکی ایف آئی آر کسی تھانے میں درج ہوتی ہے پانچ دن ہم سوگ منانے ہیں اور ہم جا کر کے اُس پر آنسو بہراتے ہیں اُسکے بعد جا کر کے ہم سب بھول جاتے ہیں۔ ہماری ریاست میں سب سے بڑی بدختی یہ ہے سب سے بدمختی یہ ہے کہ جتنا بھی باستعداد اور باصلاحیت، جتنا بھی قیمتی انسان مارا جائے تو ایک دن اخبار میں ایک بیان آجائے گا کہ فلاں کو نامعلوم افراد نے قتل کیا ہے۔ پھر اُسکے بعد دوسرے دن آئے گا کہ فلاں قبرستان میں اُسکو دفنایا گیا تیرے دن بیان آئے گا کہ اُسکی فاتحہ خوانی فلاں محلے میں ہو گی اُس کے بعد پھر کچھ بھی نہیں ہے۔ آج تک کسی قاتل کو سزا نہیں دلوائی گئی ہے۔ اگر ریاست جن کے پاس قوت ہے جن کے پاس استعداد ہے جو اس ریاست کے فیصلے کرتے ہیں اگر وہ دل سے چاہیں کہ یہاں بدامنی نہیں ہو تو میں پھر دیکھتا ہوں ایک گولی بھی نہیں چلے گی میں آج اس فلور پر کہتا ہوں کہ نہیں چلے گی۔ اگر ہم شریف لوگ ایک جرم نہیں کر سکتے ہیں ایک گولی بھی نہیں چلا سکتے ہیں کسی کو ہم ٹیڑھاپن سے دیکھنے سکتے ہیں تو یہ جو جتنے جرام ہوتے ہیں یہ کون کرتا ہے؟ سب کو پتہ ہے ان قتوں کو بھی پتہ ہے کہ کس کی طرف سے یہ ہو رہا ہے۔ ہمیں اُس پر افسوس ہے کہ وہ نہ تو سیاست دانوں کا سنتے ہیں نہ برداشت کرتے ہیں۔ ایک جرگہ بڑوب میں ہوا مجھے بلا یا گیا جب میں نے اُنکو کہا کہ آپ لوگوں کی یہ تجویز غلط ہے تو وہ آگ بگولہ ہو گئے اور کہہ رہے تھے کہ آپ نے لوگوں کی دلوں میں خوف پیدا کیا ہے۔ ہم نے خوف پیدا نہیں کیا ہم نے اُن لوگوں کو سنجیدگی سے تجویز دی کہ آپ کی تجویز سے اور اس طرح سے ہمارے شہر میں خانہ جنگلی اور بدامنی پھیلے گی۔ تو کہتے ہیں کہ نہیں یہ آپ نے جو لوگوں کی دلوں میں خوف پیدا ہو گیا یہاں تک وہ ناراض ہو گئے کہ آج تک میرافون اٹینڈننس کرتے ہیں کہ آپ نے کیوں کہا۔ ہم نے تو اسکو شہر میں فارغ کر رہے تھے۔ پھر سے اس سے بدامنی پھیلتی ہے یا نہیں پھیلتی ہے۔ میں نے اُن کو اُس وقت بھی کہا کہ آپ لوگ ہمیں بلا تے ہیں اور صرف یہ کہتے ہیں کہ ہم یہاں سے ایگزیکٹو آرڈر کرتے ہیں اور آپ صرف اُس پر عمل کریں۔ پھر آپ ہمیں نہ بلا کیں۔ جس طرح آپ بقايا فیصلے کرتے ہیں اسی طرح فیصلے کر کے ہمارے پاس بھیج دیں۔ ہم اُس پر عمل کر رہے ہیں۔ اگر نہیں کریں تو پھر بھی مجبوراً کرنا پڑے گا۔ لہذا میدم اسپیکر! یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم عوام کے بغیر کچھ نہیں۔ ہم اُنہیں کہنا چاہتے ہیں کہ تمہارا اعتبار عوام پر، سیاستدانوں پر، لیڈر شپ پر یہ لازم ہے۔ اور ان سیاستدانوں کو تمہارے اوپر اعتبار کرنا لازم ہے۔ یہ ایک دوسرے کو لازم و ملزم ہیں۔ ہماری طرف سے اعتبار اور اعتماد ہو اور آپ کی طرف سے اُسکا فقدان ہو تو اس ملک

میں امن کبھی نہیں آ سکتا۔ اور کبھی اس میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ آج آپ دیکھیں کہ ہمیں پچاس سال پیچے دھکیل دیا گیا۔ جتنے تعلیم یافتہ لوگ تھے جتنے ہمارے باستعداد اور باصلاحیت نوجوان تھے ان سب کو ایک ہی خودکش بمبار نے صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ وکلاء فورم کو صاف کر دیا۔ تو پھر یہ نقصان کس کا ہوا؟ ہماری نسلوں کا ہوا۔ ہمارے گھروں پر یہ غم گز رہے ہیں ہمارے بچے یتیم ہو رہے ہیں اور یہ کب تک یتیم ہوتے رہیں گے۔ دوسرا بات یہ ہے میڈم اسپیکر! کہ ابھی پھر یہ باتیں بازگشت کر رہی ہیں کہ یہ تو ابھی شروعات ہیں۔ یعنی اس کے بعد اس سے اور کبھی بڑے حادثات ہو سکتے ہیں۔ لہذا ہم انہیں یہ بتانا چاہتے ہیں جو ابھی سے گلی اور گوچوں میں اور فٹ پاٹھوں پر جو ہم یہ باتیں سن رہے ہیں آپ ابھی سے ان کو کنٹرول کریں۔ ادارے ہیں، ائمی جنس ہے۔ ہماری مضبوط ایک فوج ہے۔ وہ ان کو کیسے کوئی نہیں کر سکتی ہیں۔ لہذا ایک سوالیہ نشان ہے۔ ہم انہیں کہتے ہیں کہ آپ کے اندر استعداد اور صلاحیت ہے۔ لہذا آپ اس کو فعال کریں اور کنٹرول کریں اور خدار ہمارے نسلوں کو آئندہ تباہی سے بچائیں۔ اور انکے لئے اقدامات کریں۔

میڈم اسپیکر: آپ conclude کریں۔

مفتی گلاب خان کا کڑ: میڈم اسپیکر! جو معاوضہ ہے نواب صاحب نے اعلان کیا ہے یہ لا حقین کے لئے آسان بنایا جائے تاکہ اُن کو جلد از جملے۔ اور اسکے ساتھ ساتھ اُنکے پسمندگان کو ملزم ایک دو ملازمتیں دی جائیں تاکہ اُنکے گھروں کے چولھے جلتے رہیں۔ والسلام۔

میڈم اسپیکر: محترمہ کشور جنگ صاحبہ۔

محترمہ کشور احمد بیک: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ سول ہسپتال کوئٹہ میں 8 اگست کو جو واقعہ رونما ہوا اُس پر وکلاء برادری، قانون دانوں کے علاوہ مظلوم عموم بھی شہید ہوئے۔ اس حادثے کی جتنی بھی ہم مذمت کریں وہ کم ہے۔ کیونکہ یہ سب پاکستانی اور بلوچستانی کمیونٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو اس حادثے کا شکار ہوئے آج بلوچستان کا کوئی ایسا ضلع یا کوئی شہر نہیں جہاں جنازے نہ اٹھے ہوں اور آہ و پکار نہ ہو۔ ہر گھر میں یہ غم تھا۔ ہر گھر میں آنسو تھا۔ پورا کوئٹہ ہوا ہو گیا۔ صرف ایک گھنٹے کے اندر اندر۔ اس بات کی ہم سب مذمت کرتے ہیں اور نواب صاحب سے اپیل کرتے ہیں کہ اس کا سختی سے نوٹس لیا جائے تاکہ جو شہداء کے جو رثاء ہیں اُن کو انصاف مل جائے اور شہداء جو ہیں اللہ اُنکے درجات بُلند عطا فرمائے اور جو زخمی ہیں اُنکی صحت یابی کے لئے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو صحت اور تندیرتی عطا فرمائے۔ شکریہ۔

میڈم اسپیکر: محترمہ شمینہ خان صاحبہ۔

محترمہ شمینہ خان: شکریہ میڈم اسپلکر! میں اس مذمتی قرارداد کی favour کرتی ہوں۔ اور دل سے نہ مت کرتی ہوں یہ جو incident ہوا تھا اس طرح کے میرے خیال کوئی میں شاید 2003ء سے ہوتے آ رہے ہیں اور مختلف نوعیت کے واقعات جو ہو رہے ہیں اتنے عرصے سے آئیں ہم ہر بار یہی کہتے ہیں کہ سیکیورٹی کے سخت انتظامات کروائے جائیں گے، عوام کو سیکیورٹی دی جائے لیکن افسوس کہ ہم شاید کچھ لوگ سچ سمجھتے نہیں ہیں یا کچھ لوگ سمجھتے ہوئے بھی سچ سامنے نہیں لاسکتے ہیں۔ ابھی نواب ایاز صاحب نے بڑے سخت الفاظ میں دبے دبے لفظوں میں باقیں کیں لیکن گھول کے بہت سی باقیں سامنے نہیں لائے حالانکہ بہت سی باقتوں کا ہمیں پتہ ہے ہم یہاں بڑی جلدی اسٹینٹ دے دیتے ہیں اور ہمارے وزیر داخلہ صاحب اپنی کوششیں کر رہے ہیں ہم یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ کوئی ڈیوٹی نہیں کر رہا ہے ہماری گورنمنٹ بھی اپنی ڈیوٹی کر رہی ہے ہماری پیلک بھی اپنی ڈیوٹی کر رہی ہے پیلک کی ڈیوٹی تو یہی ہے کہ وہ احتجاج کر لیتے ہیں۔ پیلک کی ڈیوٹی تو یہی ہے کہ جب ہم انکو precautions گورنمنٹ بھی اپنی ڈیوٹی کر رہی ہے ہمارے law enforcement کے ادارے ہیں اُنکے کتنے لوگ شہید ہو رہے ہیں لیکن پھر بھی وہی بات کہ ہم اپنی جنگ خود لڑ رہے ہیں اپنے ہی لوگوں سے کیونکہ ہم اپنے فیصلے خود نہیں کر سکتے۔ یہ سچ ہے۔ یہ ہماری پیلک ہماری کمزوری چاہتی ہے۔ ہماری گورنمنٹ بالکل اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ ہم اپنے فیصلے خود کر سکیں۔ ہم اپنی پیلک کے سامنے سچ لاسکیں۔ اگر ہم یہ سب کچھ نہیں کر سکتے ہم کسی بھی ادارے کو قصور و ارثہ رہاتے، جب ہمیں پتہ ہے تو اس ادارے کو روکنے کے لئے ہم نے کیا کیا۔ کیا یہ باقیں ہم پیلک کے سامنے لائے ہیں، نہیں ہم نہیں لاسکتے، یہ بڑی بھی، KP، بلوچستان، پاکستان میں وہ حیثیت رکھتے ہیں کہ ہم یہ جنگ لڑتے رہیں گے آگے بھی جا کے لیکن اب اس میں ہم اتنا تو کر سکتے ہیں کہ ہمارے جو law enforcement کے نوجوان اپنی ذمہ داریاں نبھار رہے ہیں، ہماری جوانانہیں یزمنشی کی اپنی ذمہ داریاں نبھار رہی ہے ہم تیار ہیں مرنے کے لئے ہم شہادت کے لئے تیار ہیں، لیکن سچ تو بتایا جائے کہ ہم کس کی جنگ لڑ رہے ہیں؟ کس لئے لڑ رہے ہیں؟ اپنی آزادی کے لئے، اپنی مذہب کے لئے، اپنی خطے کے لئے، کس چیز کی ہم جنگ لڑ رہے ہیں۔ تو اس میں میں یہی ایک مشورہ دے سکتی ہوں میں مذمت کرتی ہوں میں ان شہداء کے ساتھ ہوں اُنکے لواحقین کے ساتھ ہوں جو اس دنیا سے جا چکے ہیں ان کے لئے ہم نے مغفرت کی دعا میں مانگی ہیں۔ اور انشاء اللہ وہ اس دنیا میں شاید زیادہ سکون سے ہوں گے۔ لیکن ہم از کم اپنی اداروں کو سیکیورٹی فراہم کریں۔ یہ تو ہم کر سکتے ہیں۔ اس

حادث سے کتنی ہماری بڑی کمزوری سامنے آگئی ہمارا وہ سندھ کین ہسپتال جس میں ہم کہہ رہے تھے کہ ہم تو ایک جنسی لاچکے ہیں اپنی ہیلتھ اور ایجکیشن میں تو کہاں ہے وہ ایک جنسی؟ کیا حالت تھی اُس ہسپتال کی۔ ایسے ایسے ویڈیو یو سوشل میڈیا پر آئیں تو شاید یہاں سارے ممبرز نے دیکھی ہوگی وہ ویڈیو اُسیں کتنے لوگ زندہ تھے۔ ہماری ڈیبتھ tolls 70 تک تو نہیں جاسکتے کسی بھی صورت میں، اگر ہم first-in-time aid تو کو دے دیتے اگر اُس ہسپتال میں ہی ایسے انتظامات ہوتے تو پھر بی ایم سی بھی ہم نہیں لے کے جاتے ہم اپنے مریضوں کو لے کے جائیں سی ایم ایچ۔ اور سی ایم ایچ میں اگر سختی اور جانے نہیں دیا جا رہا تو تمیرے خیال میں یہی ہونا چاہیے وہاں اتنی کنفیوژن تھی کہ وہ آپ کے مریضوں کو سنبھالیں یا اُنکے وزیٹر کو سنبھالیں۔ تو یہ گلہ کرنا میرے خیال میں صحیح نہیں ہے انہوں نے واقعی بڑی ذمہ داری کے ساتھ اپنے جو بھی اُنکے فرائض تھے انہوں نے نبھائے لیکن ہمیں اس طرح ہمیں اپنی پیلک ہیلتھ کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے اور ان اداروں کو سیکیورٹی دینے کی ضرورت ہے۔ شکریہ۔

میڈم اسپیکر: ڈاکٹر شمع اسحاق صاحبہ۔ thank you

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوج: شکریہ میڈم اسپیکر! میں اپنی تقریر کا آغاز ساحر لدھیانوی کی اس نظم سے کرنا چاہوں گی۔

ظلم پھر ظلم ہے، بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

خون پھر خون ہے، ٹپکے گا تو جم جائے گا

خاکِ صحراء پھجے یا کف قاتل پھجے لاکھ بیٹھے کوئی چھپ چھپ کے کمیں گا ہوں میں

فرق انصاف پہ یا پائے سلاسل پر جمے خون خود دیتا ہے جلا دوں کے مسکن کا سراغ

تھی بیداد پ یا لاشہِ سمل پھجے سازشیں لاکھ اڑھاتی رہیں ظلمت کی نقاب

خون پھر خون ہے، ٹپکے تو جم جائے گا لے کے ہر یونہ نکلتی ہے ہتھیلی پ چ راغ

تم نے جس خون کو مقتل میں دبانا چاہا ظلم کی قسم ناکارہ و رسوائے کہو

آج وہ گوچ و بازار میں آنکلا ہے جبکہ کی حکمت پر کار کے ایما سے کہو

کہیں شعلہ، کہیں نعرہ، کہیں پھر بن کر خون دیوانہ ہے دامن پہ لپک سکتا ہے

خون چلتا ہے تو رکتا نہیں سنگینوں سے شعلہ، تنہ ہے خرم پر لپک سکتا ہے

سر اٹھتا ہے تو دبانا ہیں آئینوں سے

ظلہ کی بات ہی کیا ظلم کی اوقات ہی کیا
ظلہ بس ظلم ہے آغاز سے انجام تک
خون پھر خون ہے، سو شکل بدل سکتا ہے
ایسی شکلیں کہ مٹا تو مٹائے نہ بنے
ایسے شعلے کہ بجھا تو بجھائے نہ بنے
ایسے نعرے کہ دباؤ تو دبائے نہ بنے
خون پھر خون ہے، پیکے گا تو جم جائے گا
ظلہ پھر ظلم ہے، بڑھتا ہے مٹ جاتا ہے

میدم اسپیکر! آپ بھی اُسی شعبہ سے تعلق رکھتی تھیں جہاں یہ حادثہ پیش آیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول ہے کہ دنیا تباہ نہیں ہوتی بُرے لوگوں کے بُرا بولنے سے لیکن دنیا تباہ ہو سکتی ہے اگر اچھے لوگ خاموش رہیں۔ نواب ایاز صاحب کی تقریر کو میں ہمیشہ بڑے غور سے سنتی ہوں۔ اور وہ بڑی کھری کھری باتیں کر جاتے ہیں۔ اور جو باتیں انہوں نے کی ہیں میں یہ صحیح ہوں کہ اگر ہم 08 اگست کا واقعہ جو کہ 09:00 بجے منوجان روڈ پر بلاں کاسی کوٹار گٹ کلنگ کر کے اور پھر وہ تمام وکلاء کو سول ہسپتال میں اس طریقے سے کہ اُنکے جسم کا ایک ایک لکڑا، اُنکا کالے کوٹ، اُنکو وہ سفید کپڑے اُنکی وہ پین جو انکی جیبوں میں تھی، وہ پین جو اس دنیا میں انقلاب برپا کرتی ہے، وہ کالے ہوتے، وہ ثالی، جس طرح کہ ہم نے دیکھا میں یہ صحیح ہوں کہ پوری دنیا میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا ہو گا جو اس پڑھی لکھی قوم کو جس طریقے سے تباہ کیا گیا یہ دنیا کا ایک بہت بُراؤں تھا۔ اور پھر جو وکلا از خی ہوئے تھے ایم ایچ میں تھے انہوں نے یہ کہا کہ ہم چشم دید گواہ ہیں کہ جو بچہ اسکوں یونیفارم میں وہاں پر آیا لیکن ہم اتنے مدھوش تھے اپنے جسٹس کے مرنے پر، کہ پریس کانفرنس میں لگے ہوئے تھے۔ اُس کی موت کا ماتم منار ہے تھے کہ ہم نے اُس بچے کو ignore کر دیا جو اپنے جسم میں پتہ نہیں کرنے خون لپیٹے ہوئے تھے۔ کتنی تباہیاں لایا ہوا تھا کتنی موتیں لا اہوا تھا۔ ہم نے اُس بچے کو ignore کر دیا۔ تو پھر کیا ریاست کی ذمہ داری کہاں چلی جاتی ہے۔ وہ گیٹ کہاں ہے جس پر اسکریننگ ہے وہ گیٹ کہاں ہے جس پر alamrs ہیں یا وہ گیٹ کہاں ہے جس پر سیکیورٹی ہے وہ بچہ اتنے ساز و سامان کے ساتھ اندر چلا آتا ہے جسے وکلاء دیکھ لیتے ہیں لیکن ہماری آنکھوں سے یا پھر ہم نہیں دیکھ سکتے۔ اس میں ہماری کوتاہیاں اور غلطیاں بھی ہیں اگر آج ہماری ہسپتال کی سیکیورٹی دوسرے ہسپتاں کی طرح ہوتی یا دوسرے شہروں کے ہسپتاں کی طرح ہوتیں تو پھر شاید یہ اندوہنک

واقعہ نہیں ہوتا۔ کتنے گھر میڈم اپسیکر! کتنے گھر یہو ہو چکے ہیں اُن بیواؤں سے جب ہم ملے وہ ندر کئے والے آنسو جو انکے آنکھوں میں آچکے تھے تو شاید اب وہ بھی نہیں رکیں۔ وہ بچے جو بتیم ہو چکے ہیں وہ عورتیں جواب شادی نہیں کریں گی۔ وہ سوگ مناتی رہیں گی۔ دو دن بعد ہی اتنے دھڑلے سے پھر یہی بلاست کیا جاتا ہے زرغون روڈ پر چیف جسٹس پر۔ خدا کی پناہ تمہارا دل نہیں بھرا اتنے خون بہا کے، اتنی لاشیں گرا کے، اتنے گھروں کو بتیم کر کے، اتنی عورتوں کو یہو کر کے اُنکے سر سے چادریں اُتار کے اب بھی تمہارا دل نہیں بھرا، اور پھر تم اخباروں میں، میڈیا پر یہ کہتے ہو ”کہ ہاں ہم نے کیا ہے یہم نے کیا ہے آؤ کیا کرتے ہوئُم“ کب سے چیخ چیخ کر کے کہہ رہے میڈم اپسیکر! کہ یہ ہم کر رہے ہیں۔ کتنے سال بیت گئے ہیں یہ کہتے کہتے ”کہ ہم کر رہے ہیں ہم مار رہے ہیں ہم لاشیں گرا رہے ہیں ہم خون دے رہے ہیں ہم بلوچستان کے بچوں کو مار رہے ہیں ہم بچوں کو اور عورتوں کو یہ لاشیں تھنے میں دے رہے ہیں“، لیکن جب ان دکلائے کی لاشیں اُنکے گھروں کو پہنچیں ان میں ایسے بھی وکیل تھے جو اپنے گھر کا خرچ پانی، آپ جانتی ہیں میں صحبتی ہوں کہ آپ مجھ سے بہتر جانتی ہیں کیونکہ جب میں نے آپ کو فون کیا تو آپ رورہی تھیں۔ آپ نے کہا کہ یہ وکیل، یہ صرف وکیل نہیں تھے یہ میری فیملی تھی یہ میرے بچے تھے یہ میرا گھر تھا، تو آپ سمجھ سکتی ہیں اس درد کو کیونکہ آپ ایک عورت بھی ہیں اور ایک وکیل بھی۔ جب اُنکے گھروں میں یہ لاشیں گئیں تو پھر سنتہ چھا گیا کہ یہ کیسا اندھنناک واقعہ ہے کہ ایک ساتھ اتنی لاشیں گرائی گئیں۔ اتنے لوگ اتنے بیٹے اتنے باپ اپنے بچوں کی لاشوں کو ڈھونڈ رہے تھے ان لاشوں پر چیخ رہے تھے وہ رہے تھے اور نشانیاں دیکھ رہے تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ آج میرے بچے نے یہ تائی پہنچی کسی باپ نے کہا کہ آج میرے بچے نے یہ شرط پہنچی۔ اور کوئی اپنے بچے کے موبائل اور قلم کو ڈھونڈ کر اسکی نشانی تلاش کر رہا تھا۔ کس طریقے سے ان وکیلوں کو گھیٹ کر انکے باپ اور بھائیوں نے نکالا۔ کیونکہ آج میں وہیں سے آ رہی ہوں۔ اُنہی کے گھروں سے آ رہی ہوں۔ اور میرے خیال میں ہمارے یہاں پر تمام ممبرز اُنکے گھروں سے آ رہے ہیں۔ اور جو تباہی ہم نے ان عورتوں نے دیکھی ہیں ہم ان بیواؤں سے ملے ہیں ہم ان بچوں سے ملے ہیں۔ اُنکی بیواؤں سے یہاں پر بیٹھے ہوئے کوئی شخص نہیں ملا ہو گا جو آپ اور ہم خواتین سے ملے ہیں۔ ابھی ندر کئے والے آنسوؤں کا کیا کیا جائے؟ میڈم اپسیکر! یہ ایک سوالیہ نشان ہے آپ کے لئے کیونکہ آپ بھی ایک عورت ہیں آپ مجھے بتائیں ان بیواؤں کا کیا کیا جائے ان بچوں کے باپ کو کہاں سے لے آئیں۔ ان لاشوں میں کوئی رُوح پھونک دیں یہ مر گئے ہیں اور پھر مرتے چلے جا رہے ہیں میرے آنکھوں کے سامنے سُنگت، چاکر، نقیب اللہ ترین نے جان دے دی۔ اور چاکر کیا کہہ رہا تھا یہ اسکے الفاظ ہیں میں آپ کو ایک ایک الفاظ سناتی ہوں

اور شکر ہے کہ ناظم الدین صاحب بھی یہاں بیٹھے ہیں۔ وہ روکے کہتا تھا کہ مجھے خون چاہیے اور وہ رورہاتھا اور وہ ناظم الدین کا نام لے رہا تھا جو آج یہاں بیٹھے ہیں انہوں نے کہا کہ ایک بار ناظم الدین کو میرے سامنے لیکر کے آؤ۔ اور اُس نے ہماری آنکھوں کے سامنے دم دے دیا خون نہ ملنے کی وجہ سے۔ ایک cream ایک چراغ بُجھ گیا میڈم اپسیکر! پھر سنگت کو آپریشن تھیٹر میں لیکر کے گئے اور پھر واپس لیکر کے آئے کہ خون کی اشد ضرورت ہے اسی طرح نقیب اللہ ترین نے میری آنکھوں کے سامنے جان دے دی ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے میں سمجھتی ہوں کہاب ہم جب انکی بیواؤں سے ملے ہم نے انکی موت تو دیکھ لی تھی پھر اسکے بعداب جو لوگ ہی ایم ایچ اور آغا خان میں ہیں انکا کیا کیا جائے؟ میڈم اپسیکر! اتنی عمر سیدہ ہیں ماں میں بیٹی ہیں گیٹ کے سامنے اور انکی بیوی بچے بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں آپ سے اور سی ایم صاحب سے ریکوئیٹ کرتی ہوں وہ خود بھی ایک سافٹ کارنر رکھتے ہیں ان لوگوں کے لئے۔ مگر آج ہم سب مل کر کے ان براۓ یوں کو جڑ سے نہیں نکالیں جو کہ چیخ چیخ کر کہتے ہیں کہ یہ ہم نے کیا ہے۔ یہ بچے جو مزید یقین ہو رہے ہیں انکو بیوہ اور یقین ہونے سے نہ بچائیں تو شاید ہم اپنی خمیر میں مردہ بن کر کے رہ جائیں گے اور پھر مردہ قوموں کو کوئی نہیں پوچھتا ہے۔ مردہ قومیں تباہ و بر باد ہو جاتی ہیں۔

میڈم اپسیکر: شکر یہ۔ جی زمرک خان اچکزئی صاحب

انجیسٹر زمرک خان اچکزئی: میڈم اپسیکر! میں نے کہا زر اتحوڑی دیر بعد میں بات کرتا ہوں آپ نے نام لے لیا۔ نماز کا وقفہ ہو گایا نہیں؟

میڈم اپسیکر: جی نماز تو پڑھ رہے ہیں جو جاہے ہیں اپنی نماز پڑھ رہے ہیں آپ کا روایٰ جاری رکھیں۔ جی floor is with you

انجیسٹر زمرک خان اچکزئی: نماز کا وقفہ کر کے پھر دوبارہ شروع کرتے ہیں۔

میڈم اپسیکر: زمرک خان صاحب! پہلے بھی ایسے ہی ہوا ہے آپ اپنی تقریر جاری رکھیں جو نمازی ہیں وہ پڑھ کے آرہے ہیں۔

انجیسٹر زمرک خان اچکزئی: تو پھر مجھے نماز کے بعد دے دیں۔ میں نماز پڑھ کے پھر بات کرتا ہوں۔

میڈم اپسیکر: اچھا آپ نماز پڑھیں ٹھیک ہے صحیح ہے۔ جی جعفر خان مندو خیل صاحب۔

شیخ جعفر خان مندو خیل: تقریریں زیادہ ہیں نماز ہم پڑھ کے آتے ہیں کوئی بھی باجماعت نہیں پڑھتا ہے جب normally ہو میں خود بھی عصر کی نماز بھی باہر جا کر کے میں نے پڑھی ہے مغرب کی نماز بھی سب

اُٹھ کر کے جا رہے ہیں۔ میرے خیال میں اس پروگرام کو جاری رکھیں کیوں کہ آج تقریریں زیادہ ہیں اور time پہلے ہی late ہوا ہے۔

میڈیم اسپیکر: جی میں یہی کہ رہی ہوں وہ پہلے بھی ایسے ہوتا رہا ہے۔ جی بالکل نواب محمد خان شاہواني۔ نواب محمد خان شاہواني (وزیر حکومہ ملازمتہاۓ عمومی نظم و نق): بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ سب سے پہلے تو میں اس دردناک واقعہ کی اپنی پارٹی اور اپنی طرف سے شدید مذمت کرتا ہوں۔ اور اس مذمتی مشترک کے قرارداد کی حمایت کرتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ بہت دردناک اور کربناک واقعہ ہوا ہے۔ اس میں سب اسی طرح تکلیف میں بتلا ہیں جیسے میڈیم شمع اسحاق صاحب نے اپنی باتوں میں اپنی تقریر میں اس کا اظہار کیا ہے۔ اسے دیکھا ہے۔ وہ بھی تکلیف میں ہیں جنہوں نے سنائے۔ وہ کہتے ہیں کہ جہاں آگ لگتی ہے وہی جگہ جلتی ہے جس کو تکلیف ہوا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے بہت تکلیف ہوا ہے اور اتنا بڑا واقعہ ہوا ہے۔ اور اس واقعہ کے بارے میں کوئی ایسا الفاظ نہیں ہے جس کا ہم افسوس کریں۔ یا اس ظلم کے حوالے سے اس پر بات کریں یا اندو ہنا ک کر بنا ک جس طرح سے کوشش کریں ہمارے پاس ایسے شدید الفاظ نہیں ہیں کہ ہم اس واقعہ کے بارے میں اظہار خیال اُن الفاظ کے حوالے سے اُنکا حق ادا کریں۔ یا اُس تکلیف کا اظہار ہم اُن الفاظ سے کریں۔ لیکن تکلیف اس حوالے سے اور اس سے بھی تکلیف اس بات سے ہے کہ جب ایسے بہت بڑے بڑے واقعات ہو جاتے ہیں پھر ان واقعات کے بعد ہم ایک دوسرے کو کوئے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ آپ تو دعویٰ کرتے تھے کہ امن و امان فائم کر دیا۔ اور آپ نے تو یہ کہا تھا کہ ہم نے یہ کر دیا ہے۔ اور آپ نے کہا تھا کہ یہ کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پچھلی حکومت میں ڈاکٹر مالک صاحب کے دور سے لیکر آج نواب شاء اللہ زہری صاحب کے دور میں۔ یا ہمارے وزیر داخلہ کی کوششوں میں یا انکی جدوجہد میں یا انکی نیت پر ہم اس ہر میٹنگ میں امن و امان کی موجودر ہے ہیں۔ کہ نواب صاحب نے فور سر کو انتظامیہ کو خفت تاکیدیں کی ہیں۔ اور سخت ہدایات کرتے رہے ہیں کہ اپنی چیک پوسٹیں کی اپنے شہر میں اپنی تمام معاملات پر توجہ دیں اور سارے معاملات کو ٹھیک کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انکی کوشش اور ان کی نیت یہی ہے کہ امن و امان ہو کسی قسم کی نقصان اور واقعات نہ ہوں۔ لیکن اسی میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی سے کوئی غلطی کوئی غفلت ضرور ہوئی ہوگی۔ اس بات کا ثبوت بہت پہلے اسلامی حوالے سے حضور پاک ﷺ کے ایک جنگ میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ نبی پاک ﷺ نے اپنی فوج کا ایک حصہ ایک پہاڑی پر دہاں تعینات کر دیا کہ یہاں سے آپ لوگوں نہیں ہیں۔ لیکن جب جنگ فتح کی طرف جانے لگا جب مسلمانوں کو یہ لگا کہ ہم فتح کر رہے ہیں اور کافر بھاگ رہے ہیں تو وہ اپر

تعینات جو کچھ فوجی تھے سپاہی تھے یا کچھ مسلمان جہادی تھے، انہوں نے اپنی جگہ کو چھوڑ دی تو پیچھے سے خالد بن ولید اسی انتظار میں تھا اور اُس کی فوج پیچھے سے مسلمانوں کی فوج کو نقصان پہنچائی۔ کہنے والے کا کوئی قصور نہیں ہے اس پر کہنے والے نیک نیتی سے ہدایات دیتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں لیکن جن کو ہدایات دی جاتی ہے اور جن کو تعینات کیا جاتا ہے ان سے کہیں نہ کہیں کوئی غفلت کوئی غلطی ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ ایسے واقعات ہیں جو ہمارے سامنے رُونما ہوتے ہیں۔ ایک بار پھر ایک اجلاس آج کا اجلاس طلب کیا گیا ہے۔ غم، غصہ، شدت تکلیف یہ ہمارا طعن ہے ہمارے علاقہ ہے ہمارے لوگ ہیں۔ وہ صرف پشتوں نہیں تھے وہ بلوچستانی تھے وہ ہم سب کے بھائی تھے جتنے بھی قوم اور قبیلے جتنے بھی زبانوں کی بات کرنے والے وہ سب ہمارے تھے ہمارے بھائی تھے ہمارے بلوچستان کے ہمارے اس ملک کے لوگ تھے۔ اس غلطی کو کب ٹھیک کیا جائے گا؟ اصل بات یہ ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے۔ ہدایات میں کمی نہیں۔ تاکید میں کمی نہیں ہے۔ سب چاہتے ہیں امن سب چاہتے ہیں کہ ہماری فورسز ذمہ داریاں نبھائیں اور وہ فورسز ذمہ داری نبھا بھی رہے ہیں نتیجہ ہمارے اور آپ کے سامنے ہے اور فورسز اگر اپنی ذمہ داری نہیں نبھا رہے ہوتے۔ پولیس نہ ماری جاتی۔ ہماری ایف سی نہ ماری جاتی۔ لیویز نہ ماری جاتی اور آرمی نہ ماری جاتی۔ وہ خود شہید ہوئے ہیں یا پنی چھوٹی سی غلطی کی وجہ سے۔ اور ایسے واقعات میں وہ بھی ان گیٹ پر وہ تعینات لوگوں کی وجہ سے۔ بلال کا سی اپنے گھر سے آتے ہوئے شہید کر دیئے گئے جب اُس کو مارنے کے لئے کوئی زندہ سلامت انسان ایک بندوق اپنے ساتھ لیکر موڑ سائکل پر جا کر اُسکے سامنے آ کر اُسکو مارتا ہے مارنے کے بعد نکل جاتا ہے۔ اور پھر ایک طے شدہ پلان کے مطابق ایک بچہ ہے جو بھی ہے ایک بارود اپنے ساتھ لپیٹ کر ہسپتال میں داخل ہوتا ہے۔ گیٹ سے داخل ہوتا ہے دیوار سے آتا ہے کہیں سے تو آتا ہے ایک زندہ سلامت انسان کا بچہ۔ وہ آتا ہے انکے درمیان میں آخر کار وہ کام کر جاتا ہے شاید ہشتنگروں کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ اتنا بڑا نقصان ہوا یا اتنی بڑی انگلی وہ خواہش پوری ہوئی۔ انگو بھی اندازہ نہیں تھا اتنی بڑی تعداد میں اتنے قیمتی لوگ مارے جائیں گے۔ جو قویں یہ چھوٹی چھوٹی غلطیاں تسلیم نہیں کرتے ہیں مانتے نہیں ہیں وہ قویں کبھی اپنی غلطیاں اور غفلتیں ٹھیک بھی نہیں کر سکتی ہیں اور کبھی اس طرح کے حالات سے مقابلہ مشکل ہو جاتا ہے۔ جیسے نواب جو گیرنی صاحب نے ابھی بھی بولا کہ یہ بہاں نہیں رُکنگے۔ نواب صاحب کیا ہم سب یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ حالت جنگ ہے بلکہ میں تو سمجھتا ہوں حالت جنگ سے زیادہ ہم خطرناک صورتحال سے نبرد آزماء ہیں ہم سب پشتوں بلوچ بلوچستان کے تمام رہنے والے پاکستان کے تمام رہنے والے کیونکہ جنگی حالت ایک ملک سے ہوتی ہے۔ اور جو بھی پاکستان کا دشمن ملک ہو گا جو بھی جنگ کرے گا اُسکا ایک باور دی لوگوں کو ظاہر

نظر آنے والے دشمن ہوں گے وہ اتنے خطرناک نہیں ہوں گے۔ خطرناک یہ ہیں یہ بزدل، ہشتنگر دجوچور کی طرح پیچھے سے پھٹپ کے ایک چھوٹے سے پچ کو دیکھ کر اس پر بھی ترس آتا ہے۔ کہ اُسکو کیسے آمادہ کیا ہو گا اُس پچ کو بھی پتہ نہیں ہوا ہو گا کہ تھوڑی دیر میں میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے یا میں کرنے والا ہوں۔ ایسے ہشتنگر دایسے لوگ ہم برادر ہمسایہ ممالک کے ساتھ ضرور ایک اچھا تعلق بنائیں بالکل ضرور۔ لیکن ہم انکو کیسے منع کریں کہ ہمارے ساتھ یہ مہربانی خدا کو مانو ایسا مت کریں آپ لوگ تمام۔ ہمیں دفاعی حالت میں رہنا ہو گا۔ یہ طے کرنا ہو گا ہم سب کو وزیر داخلم صاحب بیٹھے ہیں میں اُن سے گزارش کرتا ہوں کہ جیسے ہم ہپتالوں میں مریضوں کی بیمار پُرسی میں چلنے جاتے ہیں اسی طرح آپ سیکیورٹی کے نظام کو چیک کرنے کے لئے بھی ضرور جائیں۔ اُس گیٹ پر موجود لوگوں کو۔ ابھی جیسے میں نے پہلے بھی کہا کہ ہم بولنے والے ہدایت کرنے والوں کی نیت میں شک نہیں کرتے ہیں۔ ان میں کمی نہیں ہے۔ تعینات ہونے والے لوگوں سے غلطی ہوتی ہے یہ ماننا ہو گا آئندہ یہ چیز رکے گی نہیں اور ہم مطمئن ہیں ہماری سیکیورٹی فورسز تعینات فورسز مطمئن نہیں ہوں تسلی نہ کریں۔ اس پانچ منٹ کی غفلت میں ایسا واقعہ ہوا۔ ہم قلع بناتے تھے کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے۔ انسانوں میں ہر طرح کے انسان پیدا ہوتے ہیں۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتے ہیں کہ ہشتنگر دایسا کام کرو سکتے ہیں لیکن ایسا ہوا ہے۔ ایسے بچوں کو قائل کیا گیا ہے ایسے لوگ آتے رہیں گے ایسے اطمینان ہماری فورسز کو بھی اطمینان سے نہیں بیٹھنا چاہیے کبھی مطمئن نہیں ہونا چاہئے۔ یہ تکلیف اور در داس لئے ہیں کہ یہ سب کچھ ہمارے ساتھ ہو چکا ہے اور ابھی پشاور کا واقعہ آپ دیکھ لیں وہ ہمارے پچے تھے۔ یہ جو ہپتال میں ہمارے ساتھ ہوا یہ ہم لوگ تھے۔ ہم مزید کس چیز کا انتظار کریں گے۔ اور شدید عمل ہونے پر اور کتنا انتظار کریں گے مزید اس طرح کے واقعات کا انتظار کریں گے؟ ہم کیا کریں۔ ہم اُس وقت سے بہت ڈرتے ہیں جب یہ عوام اپنے اندر جوانکارا وہ ہے وہ بچت جائے گا وہ ایک دن خود نکل جائیں گے میدان میں جب وہ خود پوچھنے لگیں گے کہ آخر ہمیں تحفظ کون دے گا۔ اور اپنی تحفظ دینے والے ہم ہیں حکومت۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اس حکومت کو بھی اعتماد میں لیا جائے۔ اس حکومت میں بھی سارے لاٹ اور عوامی نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں یہی لوگ ہر چیز ان کی بھی سمجھ میں آ سکتی ہیں۔ فورسز یہ چیزوں کو روکنے کے لئے جو اقدامات کرتی ہی۔ سوچتی ہے۔ ہو سکتا ہے اُن سے ایک اچھی تجویز ہمارے اس ایوان میں سے کوئی دے دے۔ ہو سکتا ہے اُن سے بھی بہت اچھا ساصلاح کوئی اچھا سامشوروہ اس ایوان میں سے کوئی دے دے۔ یہ ممکن ہے۔

میڈم اسپیکر: نواب صاحب conclude کریں

وزیر مکملہ ملازمتہاۓ عمومی لظہم و نق: میں آخر میں یہی بات کرتا ہوں کہ غفلت اور غلطیوں کو نہیں دیکھنا ہو گا کہیں نہ کہیں ضرور۔ لیکن ہم اپنی وضاحت دے دیں اور وہ ہمارے اوپر ساری ذمہ داری۔ یہ ایسا نہیں ہے یہ۔ ابھی نہیں حقیقت کی طرف آنا پڑے گا۔ یہ ہم سب کے ساتھ ہو سکتا ہے ہم سب کے ساتھ ہو رہا ہے اس لئے ہم گزارش کرتے ہیں ذمہ دار لوگوں سے اپنی فورسز سے اپنی حکومت کے حوالے سے اپنی ہوم ڈپارٹمنٹ سے کہ صبح شام وہ جائیں چیک کریں ہسپتاولوں کو باقی جگہوں کو انکی کیمروں کو چیک کریں بچ آتے ہیں مریض کی شکل میں آ سکتے ہیں کسی بوڑھے کی شکل میں آ سکتے ہیں لحاظ نہیں کریں جائز تحقیق کریں طریقے سے کریں اخلاق سے کریں۔ کسی کی پیشانی پر لکھا نہیں ہوتا ہے کہ وہ گناہگار ہے۔ چیک پوسٹوں پر چیک کریں ایڈی کانٹیبل کے ذریعے پرواد نہیں کچھ تکالیف ہوتی ہیں شہر کے داخلی اور خارجی علاقوں پر۔ جیسے لوگوں کو اپنے لئے اپنے بچوں کے لئے تکلیف ہوتی ہے اسی طرح ہم اپنی فرائض کو اسی شدت سے اسی تکلیف سے بھائیں۔ شکریہ میدم اسپیکر۔

میدم اسپیکر: جعفر مندو خیل صاحب۔

شیخ جعفر خان مندو خیل (وزیر مکملہ مال و ٹرانسپورٹ): شکریہ میدم اسپیکر! آج جو ہم لوگوں نے سیشن بلایا ہے نہ مت کے لیے اس پر بولنے کا موقع دیا۔

جناب طاہر محمود خان: point of order

میدم اسپیکر: جی جی!

جناب طاہر محمود خان: اسپیکر صاحب! kindly ذرا دیر پہلے پرچی بھیجی تھی، اب سب بول لیں گئے تو آپ مجھ سے امامت کرایں۔

میدم اسپیکر: نہیں طاہر صاحب میں ترتیب سے چل رہی ہوں، ابھی اس کے بعد آپ کی باری ہے، جی طاہر صاحب آپ بولیں جعفر صاحب کہہ رہے ہیں۔

جناب طاہر محمود خان: شکریہ میدم اسپیکر! میں تو جعفر مندو خیل صاحب کا مشکور ہوں، کہ میں بڑی دیر سے بلکہ میٹنگ میں بھی میں نے کہا تھا۔ thank you میدم اسپیکر شعروتو میں نے کہنا تھا وہ کہہ گئے۔

میدم اسپیکر: دوبارہ بول دیں سنائیں ہم نے۔

جناب طاہر محمود خان: قرارداد میں اتفاق سے نام بھی ہے، اور میں نے نام خود ڈلوایا میدم اسپیکر! بہت ساری قراردادیں میرا خیال ہے کہ ڈیڑھ دو سو قراردادیں، میں پچھلے آٹھ دس سالوں سے یہاں آ رہا ہوں، قراردادیں پاس ہوتی ہیں، ہاتھ کھڑا کرتے ہیں۔ اور ہم چلے جاتے ہیں آج تک نہیں پتہ چلا کہ ہم جب

قراردادیں پیش کرتے ہیں۔ اس کا مقصد کیا ہوتا ہے، نشستاً، اور برخواستن، یہی ہوتا رہا ہے اور آج میں چاہتا ہوں کہ یہ مدتی قرارداد جو ہم نے پیش کی ہے، یہ point scoring ہو۔ اس کو ہم یہاں بیٹھ کر فائل کر لیں، 12 نج جائیں یا 00:1 نج جائے، کہ ہم نے آگے کیا کرنا ہے۔ 12 اگست کا واقعہ، پچھلے 18 اگست کو بھی ہوا۔ یہ بہت سی 18 اگست جیسے نواب صاحب نے کہا، آگے بھی آئینے، خدا نہ کرے، لیکن جو صورتحال چل رہی ہے۔ میں تو اپنی باری کا انتظار کر رہا ہوں، میں تو یقیناً اس ہاؤس میں open کھوں گا، کہ میں اپنی باری کا انتظار کر رہا ہوں، کہ کب میری باری آئے۔ وجہ اس کی یہ ہے، یہ august House یہاں ہم بیٹھتے ہیں speeches کرتے ہیں، اس ایوان کی وہ حیثیت میں نے نہیں دیکھی پچھلے ایوان کو بھی میں نے دیکھا ہے، اُس میں بھی یہی position تھے۔ ہم آگئے اور چلے گئے، اس نقصان کی سب سے بڑی وجہ، ہم خود ہیں، ہماری آپس کی اختلاف آپس کی نجاشیں ہم بیٹھیں، ہم نے نہیں سوچا کہ بلوچستان یہاں کس دہانے پر ہے۔ ہم سی پیک کی بات کر لیتے ہیں۔ سی پیک تو ابھی شروع ہی نہیں ہوا، کہاں ہے سی پیک تو مجھے نظر نہیں آ رہا، آئے گا انشاء اللہ ہو گا، ہاں ہو گا، eastern western کے چکر میں پھنس گئے ہیں۔ ہم پھر وہ RAW کا ذکر کر دیتے ہیں، ہمارے محترم وزیر داخلہ صاحب، اُس میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔ مجھے بھی چار بندے دیئے ہوئے ہیں آج میں نے اپنے ہوم منٹر سے کہا ہے، کہ مجھے جو چار گن میں ملے ہوئے ہیں۔ وہ الٹی گن پکڑتے ہیں، دستے نیچے والے ہاتھ میں بہر حال اللہ بچانے والی ذات ہے۔ ہم سب مشکل میں ہیں میڈم! میں اپنا سوچ رہا ہوں کوئی اور اپنا سوچ رہا ہو گا۔ ہمیں آج یہاں بیٹھ کر یہ فیصلہ کرنا ہے، یہ جو واقعہ ہوا یہ جو حادثہ ہوا، مجھ پر بھی گزرا ہے۔ میرا بھائی جب شہید ہوا تو اس کی چھ ماہ کی بچی تھی۔ میں اس کو صرف یاد کرتا ہوں۔ اس کی شہادت کو کسی نے یاد نہیں کیا۔ یہ آج رو رہے ہیں، آج میری بہن رو رہی ہیں۔ اللہ جانتا ہے میری بہن ہفتہ دس دن بعد یہ واقعہ بھول جائیگی، کہ سنگت کہاں تھا اور دوسرا کہاں ہیں، اور ان کا داؤ کہاں ہے، یہ میرے دوست تھے میرے عزیز تھے، میرے wife کے رشتے دار تھے، بڑے قریبی رشتے داری کی بات نہیں ہو رہی، دوستی کی نہیں ہو رہی، بات اس پوری جزیش کی جو ہماری تباہ ہوئی ہے۔ اب یہاں تو جیسے سینٹر رہ گئے، میں تو اپنے آپ کو بالکل سینٹر میں شمار کرتا ہوں، کچھ لوگ نہیں کرتے، یہاں بہت سارے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ وہ لوگ رہ گئے ہیں جو سیکیشن 144 کو بھی نہیں سمجھتے، ہمارے ہائی کورٹ میں 63 آپ کو پتہ ہے میں بھی وکیل ہوں 63 جو ہائی کورٹ کے ٹیکلیٹ ان کے پاس تھے۔ آج صرف بلوچستان میں دورہ گئے ہیں آج اگر مجھے کیس لڑنا ہو گا، تو مجھے باہر سے import کرنا پڑیگا کوئی وکیل۔ تو کتنی دکھا اور درد کی بات ہے نواب صاحب نے جیکیج دیا، مجھے پتہ ہے کہ

بڑا اچھا پیشج ہے اور میرا خیال ہے کہ اتنا اچھا شاید بلوچستان کی، پاکستان کی تاریخ میں کوئی نہیں ہوا۔ لیکن کیا یہ اس کا حل ہے بڑے ہمارے brain میٹھے ہوئے ہیں، بیور و کریسی بھی بیٹھی ہوئی ہے، چیف سیکرٹری اٹھ کر چلے گئے، نماز اپنی جگہ کرنی ضروری ہوتی ہے۔ لیکن بہت ساری ایسی چیزیں تھیں، کہ جن کو ہم نے بیٹھ کر سوچنا ہے، اور ہم نے تقریری مقابلے بھی کئے فاؤسٹیشن ہو گیا۔ اور اللہ جانتا ہے کل ہم اس کو بھول جائیں گے، میرا چلتی ہے، کہ ہم کل یا پرسوں یہ تین ان کی سومی یا چہلم کے بعد ان لوگوں کو بھول جائیں گے۔ وہ چھ ماہ کے بچے وہ چار ماہ کے بچے وہ بیوہ جو گھروں میں بیٹھی ہیں۔ اور جیسے میڈم نے بتائی ہے کہ ایسے ایسے کیل میں جانتا ہوں۔ جو اسٹیپب لگا کروہ جو 20/20 روپے لیتے تھے صحیح وہ لیتے تھے اور رات کو خرچ کرتے تھے۔ اب ان کے بچے اس انتظار میں ہیں کہ بابا آئے گا۔ کل وہ دستخط کریگا۔ اور وہ ہمیں پیسے میں گے۔ نواب صاحب کی یہ باتیں ہیں، کچھ بول سکتے ہیں کچھ بولنی پڑتی ہے۔ حکومت کا نمائندہ بھی ہوں حکومتی پیچوں پر بھی بیٹھا ہوا ہوں۔ لیکن مجھے حل نظر نہیں آ رہا، اس کا حل ہم نے نکلا ہے اس august جب تک آپ ہمیں اعتماد میں نہیں لینے گے۔ ہمیں on board نہیں لینے گے۔ اور تیسری، میڈیا اس میں کوئی شک نہیں کہ میڈیا کا اچھا کردار رہا ہے۔ اور جو ہماری فورسز ہے، وہ اپنی کام کر رہی ہے۔ ان کو بھی مزید آئی جی صاحب تشریف فرمائیں، پولیس سے موبائل لے لیں، ہر پولیس والا شہید کیوں ہوتا ہے، کہ جب وہ ڈیوٹی پر ہوتا ہے، تو وہ فیس بک کھول کر دیکھ رہا ہوتا ہے، یہ میں نے چیک کیا میرے اپنے گن میں جہاں Wi-Fi ہوتی ہے تو وہ کھول کر بیٹھ جاتے ہیں۔ تو میڈم میں آپ کی توسط سے آئی جی صاحب سے کہوں گا۔ کہ فورسز کو بھی alert کرنا پڑے گا۔ جیسے نواب صاحب نے کہا، جیسے نواب ایاز صاحب نے کہا، کہ ہمیں مل کر کام کرنا ہے۔ اور اس میں ہم نے اپنی عوام کو on board لینا ہے کسی نے عوام کی بات نہیں کی کہ عوام کیا سوچ رہی ہے۔ وہ ان کو ہم نے awareness نہیں دے دی، ان کو آپ نے کبھی awareness نہیں دی، اور یہ کبھی نہیں بتای کہ آپ کی بھی کوئی ذمہ داری ہے۔ آپ کا بھی کچھ فرض ہے، اُسکے اوپر بھی کام کرنا ہیں، عوام کو ہم نے یہ کہہ دیا ok all عوام اپنے گھروں سوئی ہوئی ہے، ہم نے عوام کو بھی جگانا ہے۔ اور عوام کو جب ہم نہیں جگائیں گے۔ جب یہ ہم pillars کھٹے نہیں ہوں گے، یقین کریں نواب ایاز صاحب والی بات کہ آگے ہمارے لیے بڑی مشکلیں ہوں گی۔ ہماری سیکورٹی فورسز بھی بالکل intact ہیں، intelligence forces ہیں، intact بھی ہیں۔ لیکن ان سے میری درخواست ہے، ہم کو بھی on board لے لیں، ہم کو board لینے گے، ہم نقصان نہیں پہنچائیں گے، ہم فائدہ پہنچائیں گے، لیکن ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ کون سے ایسے لوگ ہیں۔ وہاں بیٹھے ہوئے جو ہمیں ملنے نہیں دیتے ہم ایک ہیں ایک

page پر ہیں، ہم یہ بات ہر جگہ پر کہتے ہیں کہ ہم ایک page پر ہیں۔ تو ہم کہاں ہیں ایک page پر ہیں، میں تو ایک page پر نہیں ہوں۔ مجھے تو کبھی on board نہیں لیا جاتا۔ بہت سارے ساتھ ہیں، بولیں گئے نہیں، ان کو کبھی on board نہیں لیا گیا۔ میں کم بولتا ہوں اس اسمبلی میں اس لیے کم کہ اس اسمبلی سے کافی حد تک میں واپس ہوں۔ کیونکہ مجھے کچھ نظر نہیں آیا ہے، ہر قرار داد اور میں دوبارہ repeat کر رہا ہوں میڈم کوئی ایک بتا دیں، کوئی ایک قرار داد اس پر implement ہوا ہو؟ آتی ہیں جاتی ہیں، اور وہ سیکرٹری صاحب کے side میں ہے، اس میں چلی جاتی ہیں۔ جی اتنی قرار دادیں ہیں۔ قانون سازی میں ہمارا کام نہیں ہو رہا، اور ایسی بہت سی چیزیں ہیں۔ ہماری خواتین ہیں یہ بہت کام کر سکتی ہیں۔ کبھی ان کو on board نہیں لیا گیا۔ ہمارا جو یہ بلدیاتی system ہے، کونسلر ہیں، ان کو ہر گھر کا، ہر بلڈنگ کا پتہ ہے، کہ اس بلڈنگ میں کون لوگ رہتے ہیں۔ ہم نے کبھی ان کو on board نہیں لیا۔ تو میڈم اسپیکر! باتیں بہت ساری ہیں، time بھی میں بولنا بھی نہیں چاہ رہا تھا، کیونکہ میرا بہت ضروری کام تھا، گھر میں بیماری ہے، لیکن میں آج اس لیے بیٹھا ہوں، کہ میں بھی دکھ میں ہوں، کیونکہ میں دکھ سے گزر چکا ہوں، جب میرا بھائی شہید ہوا تو اسکی بچی چھ ماہ کی تھی۔ آج تک کسی نے نہیں پوچھا ان کو مساوی میرے کہ بھئی تمہارے بچوں کا کیا حال ہے۔ کیسے پڑھ رہے ہیں۔ میں اپنا ذاتی بات نہیں کر رہا ہوں۔ اسی طرح ان بچوں کے ساتھ بھی ہو گا، یہ میرا دعویٰ ہے، میرے ہوتے ہوئے میری بچی کو ساڑھے آٹھ سو نمبر لیکر بھتھی کو ایڈیشن نہیں ملا ہے، میڈیکل کالج میں۔ کس کے پاس جاؤں، وہ بچیاں جن کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، ان بچیوں کا کیا ہو گا ان بیواؤں کا کیا ہو گا، تو میرا کہنے کا مقصد یہ ہے، میڈم! خدا راخدا کے لیے یہ قرار دادیں بند کریں۔ کوئی تغیری کام کریں، یہاں بیٹھ کر۔ کوئی ایسے فصلے کریں۔ جو ہوں جن پر اگلے کہیں۔ اور ہماری عوام ہم جن کے نمائندہ ہیں، وہ ہمارے گریبان پکڑتے ہیں، اور یہ بھی پلک کی اپنی سوچ ہے، کہ جی ان کو سیکورٹی ملی ہوئی ہے۔ یہ لوگ تو مزے کر رہے ہیں۔ دس دل گھنٹے میڈیا دکھار رہا ہوتا ہے۔ ایک دو تین بچاں اور بھئی ہمارے بھی ہوئے ہیں۔ ہم نے بھئی جان بچانی ہے۔ تو میں پھر آپ سے آخر میں یہ کہوں گا، اس ایوان کے توسط سے کہ میڈم اس کو بھی practical کریں، اس پر کام کریں، اس پر محنت کرنی پڑے گئی۔ ابھی بھی وقت ہے، energetic ہے ہمارا ہم مشریق بہت زیادہ energetic ہے۔ نواب صاحب جس انداز میں کام کر رہے ہے، اللہ جانتا ہے، میں ایک چھوٹا سا ورکر ہوں، میں 1887ء میں آیا ہوں یہاں اور کسی نے کہا کہ میرے دادا نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا۔ تو ان میں میرا والد بھی تھا۔ حاجی علی بہادر خان بھی ان لوگوں میں تھے جنہوں نے ووٹ ڈالا تھا۔ وہ جو 13 کونسلر تھے، انہوں نے جو ووٹ ڈالا تھا، اس میں میرے ولد کا نام بھی

تھا۔ تو ہم کپیل پاکستانی ہیں، یہ ہمیں ثابت نہیں کرنا ہے کہ ہم پاکستانی نہیں ہیں، نہ ہمیں شفاقت کی ضرورت ہے، لیکن ہمیں یہاں رہنا ہے، تو خدا کے لیے ہم سب کے عزت کا خیال رکھیں۔ سب اپنی طرف سے کام کر رہے ہیں، ساری اسمبلی معزز ممبر ہیں۔ باقی ہماری اس خاتون نے کہہ دیا ہے، کوئی نہیں آیا ہم سب گئے ہیں۔ 34 فاتحہ میں کرچکا ہوں، اور میرا خیال ہے سب ہو کر آئے ہیں۔

میڈم اسپیکر: جی بالکل!

طاہر محمود خان: تو یہ زراسوچ کر کریں، ضرور کریں نہیں تو اس کے بعد اس اسمبلی کم از کم میرے لیے آؤں گا، حاضر گاؤں گا اور چلا جاؤں گا پہلے بھی میں یہی کرتا تھا، اس کے بعد بھی کروں گا، thank you، جی۔
میڈم اسپیکر: ویسے طاہر صاحب آپ سینٹر پارلیمنٹرین ہیں، جو ہمارا کام ہے، legislation اور ہمارے ہاتھوں میں بندوق نہیں ہے، ہماری تو وہی قراردادیں ہیں۔ وہ جاتی ہیں اس طرح اور ہم concerned department کو تھج دیتے ہیں۔ جی جعفر مندوخیل صاحب!

شیخ جعفر خان مندوخیل (وزیر حکومتی مال و ٹرانسپورٹ): ڈسم اللہ العزیز حسن الرحمٰن الرّحيم۔ آج ان وکلاء کے شہادت پر جوا جلاس بلایا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انتہائی دکھ اور غم کا وقت ہے پوری قوم پر اتنا بڑا سانحہ اس region میں نہیں ہوا ہے کبھی بھی۔ سوئے ایران کے پارلیمنٹ میں مسعود رداوی نے جو کیا تھا۔ جس میں خامنہ ای کا بھی ہاتھ رکھی ہوا تھا۔ اس سے بڑا اگر intellectual حساب سے دیکھیں لیں، پڑھ لکھ لوگوں کے لیے یہ قوموں کے لیڈر ہوں کے لیے آج وکلاء جو ہیں حقیقتاً ہم سے زیادہ ہر چیز میں active ہیں اور وہ ایک active role ادا کر رہے ہیں۔ آپ کے پورے کا پورا بارہی فارغ ہو گیا۔ کل ہم گئے تھے چیف منسٹر صاحب کے ساتھ بارکنسول میں۔ وہاں جو بیٹھے ہوئے مجھے تو بالکل اس طرح محسوس ہوا یہ تو بالکل وہ یہ 65/70 سال کے تھے، جو کہ اپنی عمر گزار چکے تھے، تو وہی بقايا تھے۔ اور تو مجھے کوئی اس طرح نظر نہیں آرہا تھا، جس کو میں دیکھوں جس کو میں پیچا نوں کیونکہ وہ بالکل youngster ہے اور جو کچھ رہ گئے تھے۔ اور تھے بھی چند۔ تو یہ بہت بڑا سانحہ ہے، جس کے اوپر جو گورنمنٹ نے ابھی کیا ہے، انکے لیے announcement کئے ہیں یا انکے لیے جو جتنا کرسکیں، میں سمجھتا ہوں کہ صوبائی گورنمنٹ نے بھی انکے لیے وہ contribute کیا ہے، یہ اپنی حد تک تو بہت بڑی کوشش ہے اور اپنی حد تک تو بڑی ان کی ایک support ہے۔ لیکن ایک intellectual کی قیمت پیسے تو ادا نہیں کر سکتے۔ اُن کی فیلی کو support کے لیے تھوڑا مل جائے گا، جو loss ہم کو ہوا ہے وہ ختم نہیں کر سکتے، جو ہم یہ چیز نہیں دیکھتے، کچھ دن پہلے ہمارے لاءِ کانچ کا پرنسپل مارا گیا ہے۔

اُس وقت کیا ہماری سیکورٹی اینجنسیز ہیں کیا وہ اس اسٹچ تک نہیں پہنچ کے کیوں مارا گیا؟ کس لئے مارا گیا؟ اُس کے ساتھ بھی یہی تھا کہ اُس کو شہید کیا گیا۔ اس وجہ سے اس کی dead body آجائے hospital اور وہاں اردو گرد تماں وکلاء اکھٹے ہو جائیں گے اور پھر بم بلاست کیا جائیگا۔ جو ہونا تھا یہ اُس وقت ہو جاتا۔ کیوں ہماری اینجنسیز اس کی۔ کوئی کہتا تھا کہ اس کا علاقائی problems تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ یہاں بچوں کو داخلہ دیا اس میں problem ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ یہ کالج میں سختی زیادہ کرتا تھا۔ مطلب اتنی بڑی جو ہم سمجھتے ہیں کہ دُنیا، آپ کی موساد، آپ کی RAW وغیرہ سے ہتر ہٹے ادارے ہیں۔ کیا ہمارے اداروں میں اتنی صلاحیت نہیں تھی کہ یہ دیکھ لیتے کہ کیوں اُسکا اگر root-cause تک ہم پہنچ جاتے تو آج یہ سانحہ نہیں ہو جاتا۔ جس طرح نواب صاحب نے کہا کہ ٹیلیفون تو ہم اپنے بچوں سے نہیں کر سکتے ہر ایک کا ٹیلیفون ٹائپ ہوتا ہے۔ تو حالت یہ ہے جب موقع آتا ہے پھر ان کی کارکردگی صفر ہے۔ جب میں ہوم فنڈر تھا میں ہمیشہ ان سے کہتا تھا کہ خدا کیلئے مت کریں۔ سارا دن ہمارا ٹیلیفون ٹیپ کرتے ہو۔ میں نے کہا ہم لوگ یہ باتیں کرتے ہوں گے۔ ان چیزوں سے کیا کام ہے آپ کا۔ ایک دن DSR آ جاتا تھا کہ محمود خان اچنڈی صاحب لینڈ کر گئے، سردار عطا اللہ مینگل اسلام آباد چلے گئے۔ میں نے کہا ہمیں ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے اس Intelligence پر آپنے آپ کو مرکوز کریں کہ ہمارے ساتھ جو غلط ہونے والا ہے اُس کو س طرح روکنا ہے۔ یقین جانیں میں نے practically آ خرک input نہیں دیکھا۔ باہر سے بہت بڑے joint نظر آتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں دُنیا کی سب سے بہترین اینجنسیاں ہیں۔ لیکن وہ یہ ہے کیا کس کے لئے ہمارے لئے دوستوں کیلئے ان کے ٹیلیفون tape کرنے کیلئے۔ آیا تم یہ ڈویژن ان کے اوپر نہیں رکھ سکتے ہو۔ کیا تمہارے ساتھ وہ سسٹم نہیں ہے کہ ان کی سرگرمیوں کو چیک کر لیں ایک وکیل مارا گیا اُس کو اگر چیک کیا جاتا۔ پرنسپل لاء کالج مارا گیا۔ تو یہ واقعہ نہیں ہوتا۔ جنگ ہم نے پوری دُنیا سے لی ہوئی ہے۔ کیا ہم کو یہ re-check نہیں کرنا پڑے گا؟ یہ جنگ لڑ سکتے ہیں۔ حالت تو یہ ہے ہسپتال کے اندر وکیل جار ہیں خود کش جار ہے ہیں۔ کوئی چیک کرنے والا نہیں ہے۔ کوئی سسٹم نہیں پھر اُدھر دھا کہ ہوتا ہے 70 یا 100 کے قریب لوگ شہید ہوتے ہیں۔ official figures تو 72,73 ہیں۔ اُس ہسپتال کے اندر یہ بندوبست نہیں کہ زخمیوں کو خون لگائیں۔ بلوچستان کا سب سے بڑا ہسپتال ہے۔ روزانہ یہ ڈاکٹر جو ریلیاں نکالتے ہیں۔ ہم ہاؤس کی کمیٹیاں بنائیں کہ ساتھ مذاکرات کیلئے بھیجتے ہیں۔ کیا اس ہاؤس کا آج یہ حق نہیں کہ ہم ایک کمیٹی بنائیں اور ان سے باز پُرس کریں کہ تم لوگ کدھر تھے۔ کوئی سول ہسپتال کیا کر رہا تھا، بی ایم سی کیا کر رہا تھا۔ سی ایم اسٹچ پر سارا الٹو ہم

ڈالتے ہیں۔ ان کی capacity کیا ہے۔ میری بہن جو کہہ رہی تھی کہ حقیقت میں جا کر ہم فاتح میں با تین سنی پڑتی ہیں۔ با تین تو اتنی بڑی بڑی کرتی ہوں لیکن زخمیوں کو خون provide نہیں کر سکتے اگر یہی لوڈ تین ہسپتالوں پر تقسیم ہوتا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ death rate بھی کم ہوتا۔ اور کافی چیزیں سنبھل جاتیں۔ جن کیسا تھی ایک مریض کو خون لگانے کی capacity نہیں ہے وہ پوری دنیا کے ساتھ پر لٹڑ رہا ہے۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ کس بنیاد پر لٹڑ رہا ہے۔ بغیر سوچے سمجھے۔ ایک نسل ہم نے پیدا کر دی۔ ایک Islamic war ہم لوگوں نے شروع کیا۔ اسلام، اسلام، اسلام۔ پھر 9/11 کے بعد turn-the-liaowہ اسلام پھر ہم لوگوں نے کہا کہ یہ اسلام نہیں ہے، یہ کفر ہے۔ یہ کفر ہے۔ امریکہ کی طرف دیکھا، کچھ لوگ ایسے تھے جو بہت آگے نکل چکے تھے۔ جن کی واپس ممکن ہی نہیں تھی۔ ان کو ہم نہیں سنبھال نہیں سکے۔ وہ غلط ہاتھوں میں چلے گئے انکو دشمن ممالک نے own کر لیا وہی ان کو use کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ انتہائی سخت چیز ہے۔ اس طرح کا چیلنج نہیں جس کو ہم نارمل لیں جس طرح نواب ایاز نے بجٹ اجلاس میں اپنی تقریر میں کہا تھا کہ بڑا سخت وقت آنے والا ہے۔ کیا اس سے اور سخت وقت ہے؟ کیا ہماری سیکورٹی ایجنیزیمیں یہ استطاعت ہے؟ کہ تمام proper checking کر سکیں۔ سب کو وہ کنٹرول کر سکیں۔ ابھی تک جو ہم نے دیکھا نہیں۔ میں نے کہا کہ کسی کو drip نہیں لگاسکتے۔ ہمیں اس پر بھی تھوڑا سوچنا ہو گا۔ کہ ہماری capacity ہم کرنے لے سکتے ہیں۔ 20 کروڑ لوگ ان کو کدھر کدھر چھپائیں گے۔ کدھر کدھر cover کریں گے۔ ہمیں اس پر بھی سوچنا ہو گا کہ آخر کوئی فیصلہ کرنے کا بھی وقت آتا ہے یہ جنگ لڑایا جا رہے ہے۔ پڑھان کو اُدھر پڑھان سے اُدھر بھی اگر KPK میں دیکھ لیں Tribal ایسا میں دیکھ لیں most affected بیلٹ میں سارے پڑھان ہیں۔ وہی زیادہ most affected ہیں اگر سندھ اور پنجاب کی طرف دیکھیں ان کے 5% بھی affected ہیں۔ شاید وہ لوگ بھی effected ہوتے تو سوچ لیتے کہ ہم نے کیا strategy بنانی ہے۔ اس کو windup کرنے کیلئے یا لڑانا ہے اس کیلئے کیا strategy بنانی ہے۔ کم از کم ہم لوگ تو اپنی کمر تو کس لیں۔ آج ہمیں ہر جگہ مارا جا رہا ہے۔ تو وہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ open House میں ڈسکس نہیں ہوتا ہے۔ As government definitely steps ہم لوگوں پر فرض ہے کہ ہم اُٹھائیں۔ ان کے آگے کیلئے کوئی complete روک تھام کریں۔ جو ہو چکا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ریگن میں کوئی اتنا بڑا loss نہیں ہوا ہے۔ اس کے اوپر ہم لوگ جتنی بھی افسوس کریں وہ کم ہے۔ لیکن آگے کیلئے

کون guarantee کر سکتا ہے مجھے ایک آدمی پاکستان میں یہ بتا دے۔ کہتے ہیں سی پیک ہے کدھر ہے۔ بجٹ کے کتاب اٹھالیں سی پیک ہے نہیں۔ مجھے کسی نے کہا کہ گواہ میں زمینیں خرید لوں میں نے کہا کس لئے۔ پہلے بھی ایک سی پیک آیا تھا چلا گیا۔ کدھر ہے بجٹ کی کتاب میں نظر آیا ہم صرف گواہ میں نفرنس کرتے ہیں یا اخباری بیانات ہیں ہم کر لیتے ہیں۔ کوئی ایک پراجیکٹ کوئی ایک feasibility کوئی ایک ڈیزائن کوئی land acquisition کچھ ہوا نہیں۔ کئی ایسی چیزیں ہیں ان کو ہمیں لوگوں کو دیکھنا ہوگا۔ میں تو اپنے یوں سے سی پیک کا contention نہیں کہتا ہوں یا اُس کا reiteration نہیں کہتا ہوں۔ جو ہم لوگوں نے ادھر بنایا ہے۔ اور دوسروں کے چھڑے ہم پالے ہیں۔ اگر ٹرزا ہے اُس کے لئے کوئی ترتیب بنائیں۔ طاقت تو ہماری اتنی ہمت تو ہماری ایسی ہے کہ ہم چار مریضوں کو ڈرپ نہیں لگاسکتے۔ میرے سمیت میں بھی اُسی حکومت میں ہوں۔ میں بھی اُسی دن ہسپتال میں پھر رہا تھا اور آپ بھی پھر رہے تھے۔ سارے پھر رہے تھے ہم تو ڈاکٹرنہیں ہیں کہ کسی کو ڈرپ لگائیں بلکہ ہم سے وہ ڈسٹریب ہو رہے تھے۔ میں ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔ اُسی دن جہاں زیب جمال الدینی صاحب بھی وہاں کھڑے تھے ہمارے ساتھ۔ اُس غریب کو پتہ نہیں کہ میرے بیٹے کے ساتھ اندر کیا ہو رہا ہے کہتے تھے اس کی پیٹ میں کچھ لگی ہوئی ہے آپ کیوں ہو رہا ہے۔ رات کو مجھے پتہ چلا کہ وہ بھی شہیدوں میں شامل ہو گیا۔ خداوند ان کو جنت نصیب کرے۔ تو اس وجہ سے ہم کو یہ دیکھنا ہوگا کہ آگے کیلئے ہم نے کیا ترتیب کرنا ہے گزر اہوا تو گزر گیا میں تو آگے بھی یہی دیکھ رہا ہوں بلکہ اس سے اور بھی زیادہ دیکھ رہا ہوں۔ کیونکہ جو طاقتیں جوان کے پاس آگئے ہیں دُنیا کے میرے خیال میں زیادہ تر trained log وہی ہیں جوانی جسم، سر کی پروہ نہیں کرتے۔ ان کو کوئی کیا کرے۔ ادھر شیعہ برادری کو مارے تھے۔ ہم روزانہ سر پکڑ کر ان کے اوپر بیٹھے ہوتے تھے۔ کہ بابا دہشت گرد chose کرتا ہے اپنا پاؤ اسٹ اپنے جگہ پروہ ہٹ کرتا ہے جب تک ہم کو پتہ چلتا ہے وہ اپنا کام کر چکا ہوتا ہے۔ کیونکہ definitely یہ possible ہے کہ اب ہر ایک کوشیدہ دیں یہ صرف باقی ہو گئی۔ ہر ایک کوشیدہ نہیں دیا جاسکتا ہے۔ لہذا وہ دیکھتے ہیں کہ کس اسکول میں ان کو موقع ملتا ہے کس جلسے میں انکو موقع ملتا ہے۔ وکلا کے کنویشن میں کدھر موقع ملتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اسمبلی بھی ان سے محفوظ نہیں۔ ان کے ساتھ بھی وہ methods ہیں جو کہ دُنیا کی جو سیکورٹی ایجنسیز کی اگر آپ cushion data til ڈیتیں۔ جتنی penetrate کرتے ہیں جو حملہ آور ہوتے ہیں وہ ان سے زیادہ خبردار ہوتے ہیں۔ وہ weakness دیکھ کر penetration کرتے ہیں۔ اور کی گنجائش ہے وہ ریگن تک پہنچ گئے تھے اُس کو گولی مارنے

کیلئے۔ آخر میں یہی کہوں گا ہم کو اپنی ترتیب دیکھنی چاہئیں چاہے ہماری ایجنسیز والے ہیں چاہے ہماری صوبائی گورنمنٹ ہے صوبائی گورنمنٹ کی تو اس میں میرے خیال کوئی اتنی عمل دخل نہیں۔ نہ ہماری اتنی capacity ہے۔ ہم تو صرف بات ہی کر سکتے ہیں جتنی اپوزیشن والوں نے بات کی ہم بھی اتنی ہی بات کر سکتے ہیں۔ لیکن اس چیز کو دیکھنا ہوگا۔ ابھی جو زمرک صاحب کہہ رہے تھے کہ ہوم فسٹر ہم detail بتادیں۔ اگر اس کو detail بھی As Home Minister اُن کے پاس ہے وہ اسمبلی کے فلور پر تو نہیں ہو سکتا ہے ہر چیز پر اثر پڑتا ہے۔ ان کیمروہ اس کے اوپر بریفینگ بھی اس کے اوپر چاہیں۔ ان کیمروہ بریفینگ ہو رہا ہے۔ آگے کے لئے ہم as صوبائی گورنمنٹ تیار ہیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں ہماری اپنی پوزیشن کیا ہے؟ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ آگے کیا کرنا ہے؟ شیئر کر لیں گے یہ ضروری نہیں کہ ہم یہ کہیں گے۔ کہ وہ کوئی دوسرے ہیں اور ہم دوسرے ہیں۔ لیکن وہ جنگ لڑو جو تم لڑ سکتے ہو۔ thank you

میڈم اسپیکر: سردار اختر مینگل صاحب۔ جی زمرک خان صاحب۔

انجیئر زمرک خان اچھزی: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ شکریہ میڈم اسپیکر! سب سے پہلے 8 اگست کے شہداء کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ اس میں جو وکلاء برادری اور اس کے ساتھ اس میں عام شہری صحافی حضرات ان سب کیلئے دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور یہ بھی کہوں کہ غم ان خاندانوں کیلئے جن کا بیٹا بھائی باپ شہید ہوا۔ بلکہ یہ پورے بلوچستان میں رہنے پشتوں، بلوچ اور سیلہر زسب کا مشترکہ غم ہے۔ اور ہم اس غم میں شریک ہیں اور ان کیلئے صبر جیل کی دُعا کرتے ہیں۔ میڈم اسپیکر! ہم تو صرف اپنی بھڑاس نکالیں گے یہاں، پھر چلے جائیں گے لگانہیں کہ اس پر کچھ عمل درآمد ہو گا۔ یا ہمارے پاس کچھ اختیارات اُس کو استعمال کریں گے۔ میں کچھ detail میں جاؤ گا اس سیاسی تناظر میں جو تمیں سال پہلے 80ء کے عشرے سے شروع ہوا جب افغانستان میں خون خراب شروع ہوا اور اس ڈکٹیٹر کے وقت سے جب اس ملک کو بارود، ہیر و نہ ملا۔ ہم اس پر بھی ذرا غور کریں کہ اصل وجہ یہی ہے یا کچھ اور ہے میں تو اپنے خیالات اپنی ایک تجاویز دے سکتا ہوں اور اپنی جو سیاست ہے اس کی بنیاد پر بات کروں گا۔ کہ یہ وہی تسلسل ہے جو چل رہا ہے یہ 1985ء کا نہیں یہ 11/9 کا نہیں ہے۔ یہ تو بعد میں چلتے رہے ہیں ابھی پہنچنے 11/9 یا 11/10 پھر بنے گا جس طرح یہ 8 اگست کا واقعہ بن گیا۔ اصل مسئلہ وہی ہے جہاں سے شروع ہوا۔ اُس وقت ہمارے لیڈر خان عبدالولی خان کہا کرتے تھے جی کہ کسی کے گھر میں پتھرنہ پھینکنا تو پھل نہیں آئیگا۔ اور اسی وقت یہ کہا گیا کہ یہ آگ ایک ملک تک نہیں ہو گی اس آگ میں ہمارا ملک پاکستان بھی جلنے گا۔ اور یہ آگ بڑھ کی صوبہ خیبر پختونخوا تک آگئی اور

اس آگ کو صرف ہماری پارٹی تک محدود رکھا گیا اور پچھلی گورنمنٹ میں کوئی ہزار شہدا ہم نے دیئے۔ بیشرا احمد بلور جیسے ہمارے منستر گئے آسمیں میاں افتخار حسین کا بیٹا شہید ہوا۔ اس میں ہمارے تین ایم پی اے شہید ہوئے تو کون کہتا ہے یہ کس کی جنگ ہے۔ یہاں تک محدود رکھا۔ آج دیکھیں پورا پاکستان جل رہا ہے۔ آج بلوچستان میں پشتون اور بلوچ جل رہے ہیں۔ میں صرف پشتونوں کی بات نہیں کروں گا۔ ٹھیک ہے میں پشتون ہوں میں افغان ہوں میں فخر کرتا ہوں۔ لیکن میں اس ملک کا وفادار ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس ملک میں امن آجائے۔ اس ملک میں ایک ایسا ماحول بن جائے کہ ہمارے مستقبل کی ضمانت ہو۔ اس ریاست سے ہم سوال کرتے ہیں۔ یہاں جو بیٹھے ہوئے لوگ ہیں ان سے میں سوال کرتا ہوں یہ کس کی ذمہ داری ہے۔ یہی باتیں تھیں جب چلتی رہیں، جو 1973ء کے آئین پر دستخط کئے تو وہ آج غدار ہیں اور جس نے آئین کو مسترد کیا وہ آج وفادار ہیں۔ میں اتنا کہوں کہ کونسے وہ عناصر ہیں وہ یہ ٹھوکیت دیتے رہے۔ کیا ہم وہ بات نہیں کرتے تھے کہ پختونخوا دے دو۔ یہی باتیں ہم نے اس فلور پر دس دفعہ کی ہیں کہ صوبائی خود مختاری دیدیں ساحل وسائل کی بات نہیں کرتے تھے۔ ہم پر غداری کا blame لگاتا تھا کہ جی یہ پاکستان توڑنے کی بات کر رہے ہیں۔ یہ پاکستان کے غدار ہیں۔ یہ پتہ نہیں کہ در کہ در کے ایجنسٹ ہیں۔ یہی اڑامات لگتے رہے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ غدار تو ہی لوگ ہیں جنہوں نے پاکستان کو توڑا ہم لوگوں نے یہاں آ کے آئین کے خلاف آواز اٹھائی آج وہ جو ہے مزے کر رہے ہیں آج ان کو پتہ نہیں کہاں کہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور پھر ہم ادھر اپس میں لڑتے رہے کہ جی فلاں ناراض فلاں یہ فلاں وہ کوئی غدار تو مان کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوتا ہے میں یہ الفاظ اس طرح استعمال کرتا ہوں شاید یہ کچھ ہوں ہم تو غدار ہناتے ہیں ان کو ہم، جب ان کو حقوق نہیں دیتے ہیں کہ در جائیں گے ایک بھائی بڑا بھائی اگر چھوٹے بھائی کو حق نہیں دیتا ہے تو چھوٹا بھی ان کے خلاف آواز اٹھاتا ہے اور وہ گھر چھوڑ جاتا ہے یہاں بھی ہمارا ایک خاندان ہے، ہم ایک فیملی کی طرح یہاں رہ رہے ہیں، ہم یہاں بھائیوں کی طرح رہ رہے ہیں ہمیں پنجابیوں پر کوئی اعتراض نہیں ہے ادھر دس چینل بنتے ہیں دس ہائی وے بنتے ہیں ہمیں سندھیوں سے کوئی اختلاف نہیں ہے ہمیں پختونخوا کے پشتونوں سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن بلوچستان میں رہتے ہوئے ہم اپنے اپنے حقوق کی بات تو کر سکتے ہیں اور وہی حقوق کی بات جو آج ہم کرتے ہیں یہی ایک تسلسل ہے جو خونی انقلاب بن کے آ رہا ہے ابھی ہمارے سامنے۔ ان وکلا کا کیا قصور تھا ان کو کیوں مارا گیا؟ آج اسی 08 اگست کا میں آپ کو ایک قصہ سناؤں اٹھا گست کو 2013ء کو کبھی اسی طرح ایک واقعہ ہوا ہے پولیس لائن میں کیا ہم نے کوئی ان کا راستہ روکا ہے آج آپ دیکھیں ادھر ہوا ان وکلا کو ٹارگٹ بناتے رہیں گے، وکلاء کون ہیں، وکلاء ایک

lawers-force ہے ایک اتحاد ہے اس ملک کے لئے وہ جو ذیش روپی بنا تے ہیں وہ ہماری حقوق کی بات کرتے ہیں آج ان کو ختم کر دیا کیونکہ یہ ایک ریاسی قوت نہیں چھوڑتے ہیں اس ملک میں جو اس ملک کے لئے آواز اٹھائیں اور اس ملک کے لئے حقوق کی بات کریں ان کو دبانے کی کوشش کی جا رہی ہے ان کو قتل کیا جا رہا ہے ان کو شہید کیا جا رہا ہے ہم پھر خاموش ہیں ہم اس اسمبلی کو دیکھ لیں ہم اتنا برداشت نہیں کر سکتے ہیں نہ یور و کریں شاید ہمارے ایم پی اے کی تقریریں سن لیں ہم تقریروں کے سنتے تک نہیں بیٹھ سکتے ہیں تو ہم ان کا حل کیسے نکال لینگی میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ اس پر ذرا غور کریں آپ اس پر آ جائیں ہم نے وہ بات کی سیاسی وکلا جو ہیں میں خود گیا میں آپ کو یہ بات بتاؤں کہ میں خود سی ایم ایچ میں کھڑا تھا یہ dead bodies ہمارے سامنے نکالی جاتی رہیں ہمارے بھائیوں کی ان بہنوں کی ان ماڈس کو میں نے دیکھا جو رورو کے وہاں بیٹھے ہوئے تھے ان باب کوان بھائیوں کو میں نے دیکھا میں بھی ان کا بھائی ہوں ہم بھی ان کے ہیں میں خود وہ جنازے اٹھا کے ہمارا صغر خان کا چھوٹا بھائی عسکر خان ایڈ ووکیٹ کو اٹھایا ہمارا قاہر شاہ جو سب سے بڑا اس میں تھا وہ ہمارے باز محمد خان ہمارے جو نسگت۔ اس طرح کے کتنے اور ابھی وہ روتے رہنے کیا ان کو ایک کروڑ روپے دینے سے انکا جو ہے وہ غم دور ہو جائیگا؟ کیا ان کو پچاس لاکھ دینے سے وہ غم دور ہو جائیگا؟ نہیں۔ ہمیں سوچنا ہے کہ ہم اس ملک کو کس طرح بچانا ہے آج تک ہمیں اس سوال کا جواب کوئی نہیں دے سکتا ہے کہ یہ کون کر رہا ہے ایک دن کر رہا ہے دوسرا دن کر رہا ہے تیسرا دن کر رہا ہے اور ہم ایک دوسرے کو متار ہے ہیں اور جب ہم تنقید کرتے ہیں وہ برداشت نہیں ہوتی ہے ان سے۔ ہماری گورنمنٹ نے کیا کیا ہے۔ ان کو کیا ہے۔ اگر ایک حادثہ اندیا میں ہوتا ہے اور وہاں کا وزیر وہ استعفی دیتا ہے، حادثہ ہوتا ہے یہ تو ایک pre-planned ایک منصوبہ ہے جو ہم لوگوں کے لئے دہشت گرد جو بنار ہے ہیں وہ استعفی دیتا ہے ادھر سارے بیٹھے ہوئے ہیں کوئی یہ ذمہ داری قبول نہیں کر رہا ہے کہ جی ہماری غلطی ہے یا را آپ تسلیم تو کر لیں کس نے کیا ہے۔ آج ہمیں یہ بتا دیں یہ کس کی غفلت ہے آپ سول ہسپتال دیکھ لیں آپ بی ایم سی دیکھ لیں۔ آپ اپنے اسکول دیکھ لیں کتنے جنازے اٹھاتے رہنے گے؟ آج دیکھ لیں پچاس گیٹ سول ہسپتال کے اندر جاتے ہیں ان لوگوں کا تو ٹارگٹ وہی لوگ ہوتے ہیں جو اکھٹے ہو جاتے ہیں چاہے آپ کے اسکول میں بچا اکھٹے ہو جاتے ہیں ادھر دھماکہ ہوگا آپ کے عدالتون لوگ اکھٹے ہو نگے ادھر دھماکہ ہوگا۔ آپ کے ہسپتال میں لوگ اکھٹے کر کے پھر ادھر دھماکہ کرواتے ہیں اس کو کیوں نہیں سنبھال سکتے ہیں اس کی سیکورٹی لیک نہیں ہے یہ ہماری کمزوری نہیں ہے؟ آج سول ہسپتال میں پھر ہوگا آج اس اسکولوں میں پھر ہوگا جو ہمارے بچوں کے، ہم نے جنازے اٹھائے۔ آپ باچا خان یونیورسٹی کو دیکھ لیں پھر یہ جنگ آتا، یہ اسٹیٹ کی

ذمہ داری ہے وہ کہہ دیں کہ میں کر سکتا ہوں پھر ہاتھ تو اٹھا لیں کہ جی یہ ہماری کمزوری ہے میں نہیں کر سکتا ہوں پھر ہم بحث مباحثہ یہاں کرتے ہیں ابھی میرے سوالوں کا جواب کون دیگا بس یہی ہو گا اور کچھ نہیں ہو گا میں اس لئے کہتا ہوں کہ یہ جو ہماری ایجنسیاں ہیں آپ کیا کہتے ہیں ہماری ایجنسیوں کے اتنے نام ہیں کہ ان سے اندر یا بھی کانپتا ہے۔ ان سے اسرائیل بھی کانپتا ہے۔ ان سے امریکہ بھی کانپتا ہے۔ اور ہم اپنے ملک میں اپنی چیزوں کو کنٹرول نہیں کر سکتے ہیں پھر ہم نے کیا کرنا ہے ان کو ہمارے اربوں روپے خرچ ان پر ہوتا ہے وہ پیسے ضائع ہو جاتے ہیں کروڑوں روپے کے بیٹھے ان کے پاس ہیں کروڑوں روپے کی گاڑیاں انکے پاس ہوتے ہیں۔ پھر بھی ہم اپنے ملک میں دہشت گردی کو کنٹرول نہیں کر سکتے ہیں ہم بات کرتے ہیں پالیسی کی جو غلط بنتی ہے اس ملک میں اس کے خلاف بات کرتے ہیں ادھر سے غداری کا blame آتا ہے۔ انگلینڈ میں ہمارا ایک کورس ہے میں صاف کہتا ہوں میں نے اس سے سوال کیا وہاں کے جو بڑے ہیں ابھی کیا نام لے لوں۔ میں نے کہا جب تمیں سال پہلے ہم پختونخوا کی بات کرتے تھے یا صوبائی خود اختیاری کی یا ساحل و سائل کی بات کرتے تھے تو ہم پر غداری کا blame لگاتے تھے آج ملک میں اٹھار ہوں یہی ترمیم کے تحت وہ آپ نے مان لی کوئی ایسی ایک پارٹی بتا دیں جس نے یہ کہا ہم نہیں مانتے ہیں تو پھر تمیں سال پہلے یہ آئین میں یہ شق آپ نہیں ڈالتے تھے کیوں نہیں مانتے تھے آج بلوچستان کا مسئلہ بھی اسی طرح ہے اگر کوئی پہاڑ پر بیٹھا ہوا ہے کوئی زمین پر بیٹھا ہوا ہے کوئی ریت پر بیٹھا ہوا ہے تو بلا وہ ان کو بیٹھاؤ۔ اگر آپ پینتالیس ویس ترمیم کے تحت پھر بلوچستان کے ساحل و سائل کی بات کرو گے اور ان کو مانو گے تو آج مانو۔ یہ جو ہم اتنا فقصان اٹھا رہے ہیں اتنی لاشیں اتنی زیادہ تکلیفیں اٹھا رہے ہیں تو آج بیٹھا میں حقوق کی بات کریں میں کہتا ہوں ریکوڈ کی میرا ہے میں کہتا ہوں گوارد میرا ہے۔ میں کہتا ہوں گیس میری ہے میں کہتا ہوں یہ میرا ہے تو اس پر کس کا حق ہو گا تو پہلے صوبے کا حق ہو گا تو تبا جائیگا پنجاب اور پختونخوا اور پھر سندھ جائیگا تو پھر غداری کی داخ ہم لوگوں پر لگادی جاتی ہے آ جاؤ بیٹھاوا اگر RAW یا NDS ایک آدمی کو پچاس ہزار روپے دیتا ہے قتل کے لئے تو آپ کے ساحل ہیں آپ ایک ریکوڈ ک اس بلوچستان کو دیدیں میں کہتا ہوں پورے بلوچستان کا بجٹ بنانا کر دیگا تو پھر ایک آدمی جائیگا اس ملک کے خلاف پھر وہ آدمی کیوں جا کے RAW کا ایجنت بنے گا پھر وہ آدمی کیوں جائیگا NDS کا ایجنت بنے گا ہم اس ملک میں ویدین دی فریم ورک آف پاکستان ہم پالیسی کی بات کرتے ہیں پالیسی اس لئے ہم بتاتے ہیں کہ اس پالیسی میں یہ خرابی ہے اس پالیسی کو ٹھیک کر لیں اب پھر جب بات ہوتی ہے پھر ایسے ازمات لگائے جاتے ہیں یہ فلاں چیز ہمارے دوستوں نے بات کی سی پیک کی جعفر خان صاحب نے کہا سی پیک کدھر ہے سی پیک تو ادھر ہے جدھر

double-way بن رہی ہے سی پیک جعفر خان صاحب بن رہا ہے ہمارے لئے بلوچستان میں نہیں بن رہا ہے دوسرے صوبوں کے لئے بن رہا ہے۔ آپ دیکھیں گواہران کی کمزوری ہے۔ گواہ نہیں ہو گا تو سی پیک نہیں ہو گا گواہ کے لئے تو پہنچنا ہے گواہ سے جارہا ہے کراچی، کراچی سے جارہا ہے سکھر، سکھر سے جارہا ملتان، ملتان سے جارہا ہے لاہور، لاہور سے جارہا ہے پھروہ جو چانٹا تک جارہا ہے تو کدھر ہے سی پیک تو بن رہی ہے آپ کی سی پیک کا loan لیکے double-motorway، double-way double。بن رہی ہے۔ ایک بنی ہوئی ہے ملتان اور لاہور کے درمیان دوسرا فصل آباد سے لیجا رہے ہیں یہ جب باتیں کرتے ہیں کہتے ہیں یہ بات نہیں کریں یہ جو سی پیک کو خراب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ہم اس سے نہ مٹنا چاہتے ہیں پھر ہم کس کی بات کریں ہم اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہم اپنے حقوق کی بات نہیں کر سکتے ہیں ہم پشوون بلوچ کی بات نہیں کر سکتے ہیں ہم ان کی ساحل و سائل کی بات نہیں کر سکتے ہیں ہم نے جو یہاں قرارداد پیش کی یہ پوری اسمبلی نے پیش کی کہ ہمیں اپنے ساحل و سائل پر اختیارات دیدیئے جائیں سردار صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ہم سب مل کے پھر یہ سب نے کہا کیوں نہیں عملدرآمد ہو رہا ہے کیا ہم یہ مدتی قرارداد کس کے لئے پیش کر رہے ہیں اب مجھے بتائیں اسپیکر صاحبہ! ہم کس کے لئے مدمت کر رہے ہیں مدمت سے تو کام نہیں چلے گا کس کے لئے فیڈرل بھیجو گے قومی اسمبلی بھیجو گے یا سینٹ بھیجو گے اس مدتی قرارداد کو مدمت نہیں کرنا چاہیے خود بیٹھ کے اس کا حل نکالیں ہم اٹیٹ ہیں آپ لوگ اٹیٹ ہیں وزیر اعلیٰ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ہوم فلسطین بیٹھے ہوئے ہیں سارے منشیز بیٹھے ہوئے ہیں یہ صوبے پر تو آپ کا حق ہے عوام تو آپ سے پوچھ رہی ہے کہ آپ نے ہماری حفاظت کرنی ہے اس حکومت کو کوئی حق نہیں ہے جو اپنے عوام کی سرکی حفاظت نہیں کر سکتی ہے پھر ہم اس لئے تو نہیں بیٹھے ہیں کہ آپ ہماری نالیاں بنالیں ہمارے جو ہیں ٹرانسفر مرلگا دیں۔

میڈم اسپیکر: زمرک خان صاحب please conclude کریں

انجینئر زمرک خان اچجزی: میڈم اسپیکر! دو منٹ آپ مجھے سن لیں اس چیز کے لئے ہم نہیں بیٹھے ہیں میں آپ کو بتاؤں آپ کہتے ہیں قانون سازی ہم نے کتنی قانون سازی کی ہے اور اس پر کتنا عملدرآمد ہوا ہے اس اسمبلی کا کام کیا ہے ہم اس کو نہیں سمجھتے ہیں جب ہم کہتے ہیں تو، میں تو صاف بات کہتا ہوں اب ہمیں بھی خطرہ ہے ہم نے یہ امن و امان برقرار رکھا ہے کہ ہم خود بلٹ پروف گاڑیوں میں اچھی طرح سے پھر رہے ہیں ہمارے آگے بھی دو گاڑیاں چچے بھی دو گاڑیاں ہم یہ کہتے ہیں کہ بیٹھ جائیں بالکل نواب صاحب نے کہا اگر ہماری لیڈر شپ نہیں بیٹھتی ہے تو اس کو بتانے والے کون ہو گے سردار صاحب سے بات کرتا ہوں ہمارے نیشنل پارٹی والے میں

بلوچ پشتوں دونوں کی بات کروں گا میں صرف پشتوں کی بات نہیں کروں گا اگر ادھر آگ لگی ہوئی ہے تو ادھر بلوچوں میں بھی آگ لگی ہوئی ہے یہ تو آرہا ہے ابھی اس کو کس طرح روکنا ہے پہلے پشتوں لیڈروں کو بیٹھنا چاہیے اگر نہیں بیٹھنا ہے تو میں نے مجبور کرنا ہے اگر میں مخلاص ہونگا اگر میں اپنے اس نظریے کے تحت کہ میں نے اس ملک کو اس صوبے کو بنانا ہے میں پاکستان کو بنا ہونگا میں بلوچستان کو بنا ہونگا میں اس کی تعریف کروں گا جن لوگوں نے اچھا کام کیا ہے یہاں اگر کوئی لیڈر شپ نہیں بیٹھتی ہے تو لیڈر شپ کو آپ نے مجبور کرنا ہے میں نے مجبور کرنا ہے اس کو بیٹھنا ہے کہ آئیں اس صوبے کے اپنے بچوں کی مستقبل کے لئے کچھ سوچ لیں ان کے اچھی کام کے لئے سوچ لیں یہ ہمارا کام ہے کہ جہاز ہم دیدیں یہ ہمارا کام ہے کہ سی ایم ایچ میں ہم لوگ علاج کریں ہمارے ہسپتالوں میں کیا ہو رہا ہے کچھ ہے بھی نہیں تین سوچ پڑے ہوئے ہے مریضوں کے لئے کوئی چار پائی نہیں ہے جس ہم ان کو سولادیں پھر ہم کہتے ہیں وہ ہمارے ساتھ فوجی ناجائز کر رہے ہیں۔ یہ کہتے ہیں ہمارے ساتھ فلاں ناجائز کر رہا ہے ہم اپنے پانچ انگلیوں میں سے ایک انگلی اپنے طرف بھی تو بڑھا لیں کہ جی ہمارے لئے کیا بچا ہے ہم دوسروں پر تقید کرتے ہیں ہم آج اس کری پر بیٹھے ہوئے ہیں کہ ہم کسی پر تقید نہیں کر سکتے ہیں ہم خود اس صوبے کو بنانے کی کوشش کر یں گے تو تب ہم آگے جاسکتے ہیں آپ یہ دیکھ لیں کہ ہمارے صوبے میں اب تین سال ہو گئے چوتھا سال چل رہا ہے اس کے لئے ہم نے کس چیز کو روکا ہے ہم تو اسی پر ہیں کہ ہماری سیاست اس چیز پر آکے روک گئی کہ ابھی میں ادھر بیٹھا ہوا تھا کہتا ہیں جی وہ عیان علی اور وہ ڈاکٹر عاصم کو اس پر روک گیا ہماری سیاست ہم تو ان چیزوں کی کوشش کو چھپانے کے لئے ہم تو اس ملک میں صوبے میں جو کوشش ہو رہی ہے جب آپ کوشش کو نہیں ختم کرو گے تب تک نہ یہ صوبہ ٹھیک ہو سکتا ہے نہ یہ ملک ہم تو اب یوں روپے اٹھ لیتے ہیں پتہ نہیں کیا کیا کرتے ہیں ہم نے کیا کیا اس کو تو دیکھیں آپ جب ایک اسکول بنائے ہیں دو گے آپ ایک کالج بنائے نہیں دو گے آپ ایک اچھا ہسپتال بنائے ہیں دو گے تب تک، لوگوں کو روکا رہیں مل گا تو پھر کیا ہو گا امن و امان کو سب سے بہترین سب سے اوپرین چیز ہے۔ اُسی دن آپ کے سامنے جو ہم نے لاءِ اینڈ آرڈر کی قرارداد پر جو تحریک التومولانا صاحب نے پیش کی تھی جو تربت میں واقعہ ہوا تھا ہم نے کس طرح نمایا ہم نے کیا کہا کہ 90% ٹھیک ہے تو ٹھیک ہے ابھی اس واقعے کا کیا جواب ہمیں دینے گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے۔ میں کسی ایجنسی نہیں جاؤ گا راء، خاد، جب ادھر آتا ہے مداخلت کرتا ہے اور ہمارے اتنے پاور ہوتے ہیں کہ ہم دنیا کے کوئے کوئے تک پہنچ سکتے ہیں تو پھر ہم یا اپنے ملک میں یہ کیوں کنٹرول نہیں کر سکتے ہیں یہ سوال تو ہم کر سکتے ہیں RAW والا ایجنسٹ یا خاد کا ایجنسٹ کیسے ادھر داخل ہو سکتا ہے یا اسرا یل کا ایجنسٹ یہاں کیسے داخل ہو سکتا ہے کیوں

داخل ہوتا ہے، ہم ایک دن پکڑتے ہیں تین مہینے بیٹھا کے وہ جو ایک اجنبی آیا تھا پہنچ نہیں کس بارڈر سے اور پھر وہ ختم ہو گیا ہمیں تو حلقہ چاہتے ہیں جو اس ملک کو بچا سکے ابھی وہی بات ہے کہ ہم سچ نہیں بول سکتے ہیں جب سچ بولنے ہیں تو کہتے ہیں پہنچ نہیں ہے یہ کدھر سے آیا ہوا ہے کدھر کا اجنبی ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ تک ابھی بھی میں کہونگا ہم اس ملک کو بنانے کے لئے، ہم یہاں اس صوبے کو بنانے کے لئے یہاں پشتوں بلوج اکھٹے ہو کے اس ناسور کو ختم کر سکتے ہیں اور ہم اپنی لیڈر شپ کو بھی یہی کہیں گے کہ بیٹھ جائیں یہ سب سے بہتر ہے چھوڑیں یہ کروڑ روپے ادھر گیا میں تو اپنا فندھ بھی دینے کے لئے تیار ہوں۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے ایک روپیہ بھی نہیں چاہیے مجھے اپنے بچوں کی سرکی حفاظت چاہیے ان کا مستقبل چاہیے ان کا تعلیم چاہیے ان کیلئے ہسپتال چاہیے ان ماؤں کے پاس جائیں وہ ایک کروڑ روپے ڈاکٹر مالک صاحب نے کہا میرے پاس لایا، میں نے کہا ایک کروڑ تو کیا پورا کوئی مجھے دیدیں میرا بیٹا مجھے ملے گا اس کا بیٹا ملے گا اس بچوں کا جو میں کہا اس میں زیادہ تر وہ وکلا ہیں میں قسم سے کہتا ہوں کہ انکے، ڈیڑھ سال، دوسال، تین سال، پانچ سال کے بچے رہ گئے ابھی وہ اپنے باب کو پکار رہے ہے یہ کہ کدھر ہے وہ کون دے سکے گا؟ ہم تو آج بولیں گے کل ختم اور پرسوں پہنچ نہیں کیا ہو گا ہمارے ساتھ کیا ہو گا یہ کون گارنٹی سے بتا سکتا ہے اس حال میں بیٹھے ہوئے کس ایم پی اے کے ساتھ کس منظر کے ساتھ کیا ہو گا کون کر سکتا ہے آج بھی سوچ لیں اور اس پر مل کے اور یہ میں بھی آخر میں یہ آپ سے کہتا ہوں کہ یہ جو امان اللہ ہمارے پرنسپل کو مارا یہ بھی اس کی کھڑی تھی اس کی dead body direct گھر لے گیا۔ ورنہ اسی پر ہورہا تھا پانچ واقعے ہوئے پھر بھی ہم اتنے ناصبح ہیں پھر بھی ہمیں سوچ نہیں ہے ہم بھول جاتے ہیں ہماری یاداشت کمزور ہے ہم کل کو یاد نہیں کر سکتے ہیں کہ کل کیا ہوا اور آج کیا ہوا آپ دیکھ لیں ایک مہینے کے بعد یہ واقعہ بول جائیگے، ہم لوگ پھر آئندہ کے لئے پھر اور وہ ہشتنگر، ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔ اب ایک واقعہ کے بعد دوسرا واقعہ تیسرا واقعہ کریں گے۔ اور ہمیں اتنی تکلیف دینے کہ پہنچ بولنے کے قابل بھی نہیں ہوں گے اور ہم نہ سچ بول سکتے ہیں اور نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آئیں سڑیفیکٹ دیدیں۔ سڑیفیکٹ بند کر دیں اور ان لوگوں سے کہہ دیں کہ اس ملک کا وفادار کون ہے کوئی اس ملک سے غداری نہیں کریگا میں خود کہتا ہوں میں اس ملک کو بنانا چاہتا ہوں اس پاکستان کو اس صوبے کو اس پشتوں، بلوج لیکن یہ ہے کہ ہمارے حقوق کی بات ہو اس ملک میں ہمیں حقوق دیے جائیں اور ہمیں وہ چیزیں جو ہم مانگتے ہیں ہمارے ساحل و سائل کے اختیارات اس صوبے کو دیے جائیں۔ تب میں آپ کو گارنٹی دیتا ہوں کہ اگر کچھ ہوا تو دیکھ لینا کوئی بندہ جائیگا نہیں کوئی کسی کو پیسے دیگا وہ نہیں جائیگا کسی کا اجنبی نہیں بنے گا نہ کوئی RAW کا بنے گا نہ کوئی دوسرے کا بنے گا نہ تیرے کا۔ لیکن آخر میں مجھے یہ چاہیے، چاہے

جس نام سے بھی ہو چاہے داعش ہو چاہے الاحرار ہو۔ مجھے کسی نام سے کوئی غرض نہیں ہے ہمیں ان کے قاتل چاہیے کہ یہ کون ہے، کون کر رہا ہے۔ اگر یہ سوال کا جواب نہیں ملا تو میں آپ کو یہ کہتا ہوں کہ خدا نہ کرے خدا نہ کرے اتنے حادثات بڑھیں گے ہمیں کھل کر بولنا چاہیے اور ہمیں کسی سے ڈرنا نہیں چاہیے ہمیں ایک اللہ سے ڈرنا چاہیے اور ہم مسلمان ہیں مناسب نے ہے یہ کس طرح گئے ہم بھی اسی طرح سے جائینگے نہیں جائینگے تو میں سال بعد بھی تو مریں گے میں سال میری زندگی اور ہو گی یا تین سال ہو گی تو جب مریں گے تو غیرت سے مریں اپنے قوم کے لئے اپنے خاندانوں کے لئے اپنے بلوچ، پشتون عوام کے لئے ایک ایسا مسیح چھوڑ دیں کہ انہی کے لیڈروں نے ان ایک پی ایز نے ان مفشوٹوں نے ہماری مستقبل بنایا اور نہ ہمیں قتل کرتے رہیں گے اور ہم لاشیں اٹھاتے رہیں گے، شکر یہ۔

میدم اپسیکر: thank you ہجی سردار اختر مینگل صاحب۔

سردار محمد اختر جان مینگل: شکر یہ میدم اپسیکر! یہ سوچ کر کے آیا تھا کہ آج کافی عرصے بعد اس ایوان میں آیا ہوں تو اپنے پہلے colleagues کو سنوں گا۔ لیکن آپ نے مجھے کہا ہے کہ میں سناؤں، پتھنیں میرا سنانا کس کو پسند آیا ہے آیا گا؟ اور قبل اسکے کہ میں کچھ بولوں اس مسئلے پر۔ میدم اپسیکر! مذمتی قرارداد میرے سامنے پڑی ہوئی ہے کس کی مذمت کرنے آئے ہیں یہاں؟ حادثے کی مذمت کرنے آئے ہیں ہم یہاں؟ مارنے والے کی ہم مذمت کرنے آئے ہیں؟ پلانگ کرنے والوں کی مذمت کرنے آئے ہیں؟ ناابلی کرنے والوں کی مذمت کرنے آئے ہیں؟ کوتا یہاں کرنے والوں کی مذمت کرنے آئے ہیں؟ یا جنہوں نے وہ بیچ بوجا ہے یہاں، انکی مذمت کرنے آئے ہیں؟ اُسکی بھی توضاحت ہونی چاہیے اسیں؟ یہ کہاں سے آئے ہیں؟ یہ حالات کیوں ہیں؟ ہم صدیوں سے رہ رہے ہیں یہاں۔ جیسے مولانا صاحب نے کہا ہے کہ کہا جا رہا ہے کہ آپکو stone-age میں ڈھکلیں گے۔ ہم stone-age سے نکل کر اس stage میں آئے ہیں۔ اُس stone-age میں بھی ہماری حالت یہ نہیں تھی جو آج کی حالت ہے میدم اپسیکر! کون ہے وہ ذمہ دار؟ ہم کئی مرتبہ اسی ایوان میں ہم نے مذمتی قراردادیں پیش کر چکے ہیں۔ جیسا کہ میرے ساتھیوں نے کہا، وہ بھی میرے خیال میں ان درازوں میں پڑی ہوں گی۔ صوبائی حقوق کی حوالے سے ہم کئی قراردادیں لاچکے ہیں اُنکا کیا ہوا؟ کیا یہ ایوان ہماری اُن political جلسوں کی طرح ہے۔ جہاں ہم صرف قراردادیں لاتے جائیں مذمتوں کرتے جائیں۔ حقیقتاً میدم اپسیکر! اگر مجھے یہ پتہ ہوتا کہ آج کا یہ اجلاس سوائے مذمتی قرارداد کے لیے بلا یا گیا ہے تو میں قطعاً اس میں شرکت نہیں کرتا۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اتنے بڑے سانحہ، جس میں ہمارا سب کچھ لٹ

چکا ہے۔ کیا بچا ہے ہمارے پاس؟ ہماری political-workers پچھلے 20 سالوں سے وہ مارے جا رہے ہیں۔ ان کی لاشیں ہمیں نہیں مل رہی ہیں۔ ہمارا پڑھا لکھا طبقہ، ہمارا دانشور طبقہ، پُجن پُجن کر انکو مارا گیا ہے target killings کے ذریعے سے۔ ہمارے پروفیسروز مارے گئے، ہمارے ڈاکٹروں کو، ان جمہوری ادوار میں انواع کر کے مجبور کر دیا گیا کہ وہ اپنا وطن، اپنی سر زمین چھوڑ کر یہ ورنی ممالک یادوسرے صوبوں میں جا کے روزگار کمائیں۔ ان تمام حالات کو دیکھتے ہوئے، تو کیا ہماری صرف ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم مذمتی قراردادیں پیش کریں؟ اس پر تو ہمیں debate کرنا چاہیئے تھے۔ میڈم اسپیکر! گر شستہ چار دنوں سے ہم اور ہمارے ساتھی لوگوں کے فاتحوں پر جارہے ہیں۔ یہ وہ فاتحہ ہیں جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی ہیں۔ ہر گلی میں جائیں، ہر گھر میں جائیں، چار سے پانچ جو بھی فاتحہ اکھٹی کی جا رہی ہیں۔ یہاں تک کہ آج کوئی دوست کہہ رہا تھا کہ کوئی میں ٹینٹ دستیاب نہیں ہیں کہ لوگ گھروں میں ٹینٹ لگا کر فاتحہ پڑھیں۔ اور ہم صرف مذمتی قراردادیں لاتے ہیں۔ میڈم اسپیکر! اور کیا یہ پہلا واقعہ ہے؟ ہاں پہلا واقعہ ہوتا تو ہم اُس کی مذمت کرتے۔ اُس پر قراردادیں لاتے کتنی گودیں، اجر چکی ہیں۔ ان چار دنوں میں جو ہم نے فاتحہ کی ہے میڈم اسپیکر! وہ پچ بھی ہم نے دیکھے ہیں جن کی عمریں سات سال سے زیادہ نہیں ہیں، جن کے والدین شہید ہو چکے ہیں، والد شہید ہو چکے ہیں۔ ہم نے ان بچوں کا بھی سنا ہے کہ جن کی عمر صرف 14 دن ہے۔ ایک گھر میں کئی کئی لاشیں بے یک وقت پہنچ چکی تھیں۔ یہ وہ صوبہ ہے میڈم اسپیکر! جس کو ایک پلانگ کے تحت، ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت، تعلیمی طور پر پسمندہ رکھنے کی کوشش کی گئی، معاشری طور پر پسمندہ رکھنے کی کوشش کی گئی، اُسکے باوجود اگر ہمارے لوگوں نے اپنی محنت سے اس میں ہماری اُس اعلیٰ سرکار کا کوئی role نہیں ہے، کوئی کردار نہیں ہے۔ اپنے بچوں کو پڑھا لکھا کر اس stage پر پہنچایا اور وہ پانچ سیکنڈ میں 70 سے زیادہ لاشیں ایک جگہ پر اکھٹی کی گئیں۔ وہ جو زخمی ہوئے ہیں، وہ تو بھی آدمی انسان بچے ہوئے ہیں۔ کسی کا پیر نہیں ہے، تو کسی کا ہاتھ نہیں ہے کسی کا بازو کثا ہوا ہے۔ جب تک کہ ہم نے اُس پر بیٹھ کر کے، اس ایوان کے ممبران، یہ ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ root-causes کو دیکھیں۔ اس کامیں نے کہا ہے کہ ہم صرف مذمت کرنے کی بجائے اس پر debate کریں کہ کیا وجوہات ہیں؟ کون ہیں اس کے ذمہ دار؟ اہلی بلوچستان ہے؟۔ اہلی پاکستان ہے؟ یا کوئی اور تو تیس ہیں جن کی جنگ کو ہم نے اپنی جنگ قرار دے کر اس قوم کو تو ہم نے اُس آگ کی بھٹی میں تو جلا دی۔ وہ کون سی قوتیں تھیں؟ وہ کون سے عناصر تھے؟ وہ کون سے شخصیات تھیں جنہوں نے اپنی پالیسیاں بنائے، اپنی من پسند پالیسیاں بنائے، اپنی آنے والی نسلوں کی عیش و عشرت کی خاطر اس قوم کو اس بھٹی میں جلا دی؟ کیا اُس

جزل نسیاء الحنفی کو لوگ بھول گئے ہیں؟ کیا یہ اُس کی پالیسیوں کا خمیازہ نہیں ہے جو ہم بھگت رہے ہیں؟ کیا وہ فرد واحد جزل تھا میا اُسکے پیچھے اور بھی کچھ جزر لزتھے۔ نواب جو گیزئی صاحب موجود نہیں ہیں وہ کہتا ہے کہ جی۔ کہہ رہا تھا ”کہ جی پتہ نہیں کہ کتنی بات کرنے کی ہمیں اجازت ہے“ We have crossed all these limits. نہیں پہنچتا کہ اس کرسی پر بیٹھیں۔ ہمیں اُس قوم نے، ان لوگوں نے اگر ووٹ دے کر اس لیے نہیں بھیجا ہوا ہے کہ ہم اپنی آنکھوں پر پردہ ڈالنے کے ساتھ ساتھ قوم کی بھی آنکھوں پر پردہ ڈالیں کہ انھیں بھی کچھ نظر نہیں آئے۔ میدم اپنیکر! اب آتا ہوں میں اُن حالات کے بارے میں۔ یہ ایک واقعہ ہوا جس طرح میں نے کہا کہ یہ پہلا اور آخری واقعہ نہیں ہے۔ 1979ء میں جب سوویت یونین کی invasion ہوتی ہے افغانستان میں۔ یہاں بڑے بڑے سپہ سالا اسلام کا جنڈا لیے، کیا واقعی ایک اسلام تھا وہ اُس پر ایک اور سوالیہ نشان اٹھا۔ افغانستان کو فتح کرنے کے لیے یا سوویت یونین کو counter کرنے کے لیے وہ میدانِ جنگ میں آتے ہیں۔ نہ کہ صرف یہاں سے لوگوں کو بھرتی کرتے ہیں بلکہ دنیا کے کونے کونے سے وہ ماہر ہشتگر، انکو بلا تے ہیں اور اس خطے کو ہشتگر دوں کی آما جگاہ بنادیتے ہیں۔ یہاں سے لوگوں کو trained کرتے ہیں۔ یہ بغیر سوچے ہوئے کہ آج یہ تو پوس کا رُخ یا اُس بندوق کا رُخ ہم اُن افغانوں کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ اُس بندوق کا بازو و داؤ نہتے افغانوں کے خلاف استعمال کر رہے ہیں، کل یہ بارو دھارے خلاف بھی استعمال ہوں گے۔ اور بغیر سوچے سمجھے، کیونکہ روزِ اول سے آج دن تک، میں جب آج دن تک کہتا ہوں میرا مطلب ہے آج کا دن۔ کیونکہ پالیسیاں بنانا، چاہے وہ آپ کی داخلی پالیسیاں ہوں، چاہے آپ کی خارجہ پالیسیاں ہوں، کوئی بھی پولیٹکل گورنمنٹ کو on-board نہ لیا گیا ہے، نہ ہی لیا جاتا ہے۔ پالیسیاں بنائی جاتی ہیں۔ اور پھر طوطے کی طرح اُنکو کہتے ہیں ”کہ اب اس کی رٹ لگاؤ“۔ پالیسیاں آپ نے بنائی ہیں۔ اور ہم بیچارے کیا کریں، نوکری سے بھی مجبور ہیں۔ جان کی بھی پڑی ہوتی ہے کہ کہیں نہ جان چلی جائے زور آور لوگ ہیں یا تو نوکری سے نکال دیتے ہیں یا تو دنیا سے رخصت کر دیتے ہیں۔ اور جو پالیسیاں وہ بناتے ہیں ہم مَن وَعْنَ اُن کی پالیسیوں کو جو ہے اعلان کرتے ہیں ”کہ ہم نے بنائی ہے یہ پالیسیاں“ اور جب ان پالیسیوں کا خمیازہ بھگنا پڑتا ہے۔ تو تمام کے تمام بوجھ، تمام کی تمام کا لک جو ہیں وہ Politicians، معدرات کیسا تھے، وہ جو ہیں سیاسی لوگوں کے مُنہ پر ملی جاتی ہے۔ وہ تو باہر مالک میں جا کر، ایک وہ جزل نسیاء الحنفی تھا، جس کی پالیسی اور دوسری تھی 9/11 کے بعد۔ 8 اگست کا واقعہ، اگر 11/9 کا واقعہ دنیا کے لیے 11/9 تھا، 8 اگست کا یہ واقعہ ہمارے

لیے 9/11 سے کم نہیں تھا میڈم اسپیکر! ہم نے سب کو چھوڑ دیا ہے یہاں - بھی کچھی ہماری جو ایک educated جو طبقہ تھا جو ناکہ صرف وکیل تھے، جو Lawyers نہیں تھے، وہ Political Workers تھے۔ جن کا تعلق کسی نہ کسی سیاسی جماعت سے تھا۔ 15 سال صرف انہوں نے اداروں میں تعلیم حاصل کر کے نہیں آگزاری۔ انہوں نے، ان پولیٹیکل پارٹیوں میں بیٹھ کر انکی میٹنگوں میں بیٹھ کر، ان کی جلسوں میں بیٹھ کر بہت کچھ سیکھا تھا اور بہت کچھ سکھا رہے تھے۔ اور یہی ایک task بھی ہوئی تھی جو بلوچستان میں ہونے والے مظالم کے لیے آواز اٹھانے میں جو ہے وہ سرفہرست تھے۔ چاہے وہ missing persons کا مسئلہ رہا ہے۔ سی پیک کا مسئلہ رہا ہے یا بلوچستان میں ہونے والی قتل و غارت گری کا مسئلہ رہا ہے۔ یہ سرفہرست رہے ہیں۔ وہ بھی ہم سے چھوٹ گئے۔ ہم سے چھینے گئے۔

میڈم اسپیکر: سردار صاحب! conclude کی طرف جائیں۔

سردار محمد اختر جان مینگل: میڈم اسپیکر! ابھی میں تو اس وجہات کی طرف آ رہا تھا۔

میڈم اسپیکر: نہیں، ہم نے پہلے ہی decide کیا تھا، آپ کو معلوم ہے please kindly سب نے اس کو follow کیا ہے۔

سردار محمد اختر جان مینگل: بات حق بجانب ہے لیکن اس مسئلے پر اگر ہم نہیں بولیں۔ نہیں بولنے دیا جائے۔

میڈم اسپیکر: بولنے سے منع نہیں کر رہی ہوں۔

سردار محمد اختر جان مینگل: Then I have no other way to quit from this

اگر ہمیں اس پر بھی بولنے نہیں دیا جاتا، تو ہم کیا یہاں ڈھول بجائے آئیں گے کیا؟ Membership.

انجینئر زمرک خان اچھنی: ابھی تو 15 منٹ نہیں ہوئے ہیں سردار صاحب کو، آپ کہہ رہی ہیں ”کہ conclude کریں، میڈم!“ دے دیں ٹائم۔

میڈم اسپیکر: سردار صاحب! آپ کو دے رہے ہیں ٹائم۔ صرف میں کہہ رہی ہوں کہ conclude کی طرف آپ جائیں۔ کیونکہ سب ممبرز کو ہم نے ٹائم دینا ہے۔

سردار محمد اختر خان مینگل: میں بھی اسی موضوع کی طرف آتا ہوں۔

میڈم اسپیکر: جی۔

سردار محمد اختر خان مینگل: اب ہم آئیں کہ وہ کون سے عوامل ہیں، وہ کونی قوتیں ہیں جن کے گناہوں

کا خمیازہ ہم بھگت رہے ہیں؟ گناہگار ہیں ہم سب۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ یہاں بیٹھے ہوئے یہاں اس خطے میں بنے والے، بلوچستان میں بنے والے ہم کوئی بھی فرشتے نہیں ہیں۔ لیکن یہ جو گناہوں کی سزا مل رہی ہے، اللہ تعالیٰ شاہد و واحد ہے کہ اس گناہوں میں ہم لوگوں کا کوئی کردار نہیں ہے۔ یہ دوسروں کے گناہوں کی سزا ہم لوگ بھگت رہے ہیں۔ یہاں کے بلوق بھگت رہے ہیں، یہاں کے پشتوں بھگت رہے ہیں، یہاں کے ہزارہ بھگت رہے ہیں۔ اُن کا فائدہ اٹھانے والے ایک جزل ضیاء الحق صاحب تھا اور دوسرے وہ جزل مشرف جس نے 9/11 کے بعد اُس جنگ کو اپنی قرار دے کر پھر ایک بار اس قوم کو آگ میں دھکیلا۔ اُسکو کون روک سکا؟ یہاں کی حکومتیں روک سکیں اُس کو؟ یہاں کے پٹیکل لوگ اُس کو روک سکے؟ یہاں کی عدیلیہ، مذارت کے ساتھ، contemt of Court شاید لگ جائے ہم پر۔ یہاں کی عدیلیہ بھی بے بس ہو گئی۔ وہ سب دُم ہلاتا ہوا، سب کو ٹھینگا کھاتا ہوا یہاں سے نکل گیا۔ اُسکو کوئی واپس نہیں لاسکا۔ تو کہتا ہے وہ شاعر:

کہ بے وجہ تو نہیں ہے چمن کی تباہی۔

کچھ باغبان ہیں بلکہ وہ شر سے ملے ہوئے ہیں۔

یہ وہ باغبان ہیں جو حفاظت کر رہے ہیں اس اُس خطے کی۔ وہ باغبان جن کی ذمہ داریاں یہاں امن و امان قائم کرنا یا یہاں کے لوگوں کو تحفظ دینا تھا۔ لیکن بدستی سے وہ ادارے جو دنیا میں جانے مانے جانتے ہیں۔ اُنکے سامنے سے ایک بمبار خودکش آتا ہے، ایک نہیں کئی آچکے ہیں اور آئندہ پتہ نہیں کتنے آئیں گے؟ کس جگہ پر آئیں گے؟ اُن کا venue کیا ہو گا؟ اُسکا target کیا ہو گا؟ یہ اُسکو پتہ ہے جو وہ اُسکو بھیجے گا اور جوتاہ حال ہوں گے انکو پتہ چلے گا۔ میڈم اپسیکر! مجھے اور جو خدشہ ہے، اُس خدشہ کا اظہار میں اس لیے کر رہا ہوں کہ ماضی کے کچھ ایسے واقعات ہیں، آج ہم سب بیٹھے ہوئے ہیں، سب تقریر کریں گے، ہم سنیں گے، آپ بھی سن رہی ہیں۔ فاتحوں پر اب ہم لوگ جا رہے ہیں۔ ممکن ہے تعزیتی اجلاس پٹیکل پارٹیاں کریں۔ پہلے کے واقعات کے بعد بھی ایسا ہوا۔ وہ پروٹوکول کے ذریعے جو ہیں جو بڑی بڑی اہم شخصیات آئی تھیں اور ابھی بھی آ رہے ہیں۔ اور اُن پروٹوکول کی وجہ سے، اُسکا میں ذکر نہیں کروں گا جو میری اُن باتوں کو میں repeat نہیں کروں گا جو ہمارے colleagues نے repeat کیے کہ اُن پروٹوکول کی وجہ سے کتنی جانیں ضائع ہو چکی ہیں۔ طبعی امداد نہ ملتا، انکوفوری طور پر blood نہیں پہنچانا۔ ہم بڑی حکومتیں ہیں، ہم بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ ایک شخص کی جان بچانے کیلئے جو اُسکو ایک خون کی بوقت تک نہیں دے سکتے، تو ایسا نہیں ہو کہ، آپ کو یاد ہو گا کہ آواران میں زلزلہ آیا تھا۔ سینکڑوں افراد مر چکے اُسمیں۔ کئی معدور ہو چکے تھے۔

گھر تباہ ہو چکے تھے۔ پروٹوکول کی یہ حد تھی کہ آسمان پر آپ دیکھتے تھے، ہیلی کا پیڑ اور وہ اتنے تھے کہ آسمان نظر نہیں آتا تھا۔ روزانہ میڈیا میں، چاہے وہ الیکٹر وک میڈیا ہو، پرنٹ میڈیا ہو۔ اُسکی شہ سرخی آواران تھی۔ اب کسی کو پتہ ہے کہ آواران کے لوگ اب کس حال میں ہیں؟ بھی کسی نے جا کر ان لوگوں سے، ان شخصیات نے پھر جا کر دورہ کیا کہ جو اعلانات انہوں نے کیئے تھے وہ implement ہوئے ہیں؟ ممکن ہے جو وہاں پر لوگ جتنی اموات ہو چکی ہیں۔ انکو کچھ معاوضہ ملا ہوگا۔ لیکن ابھی تک اُنکے گھروں کی جو چھٹت، جو کمرے ہیں۔ وہ ابھی تک اُنکے چھٹیں تک نہیں پڑی ہیں۔ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اسکے بعد سب کچھ بھول کر ہم اسکو ایک آواران کی مثال بنادیں۔ ایک اور روایت آج کی نہیں ہے، بہت پرانی ہے۔ اس ملک میں دوسرا ٹیکلیٹس بڑی آسانی سے ملتا ہے۔ میٹرک کا سرٹیفیکیٹ شایدی اتنی جلدی سے ہمیں نہیں ملے۔ لیکن کفر کا، کافر کا اور غداری کا سرٹیفیکیٹ۔ میرے خیال میں یہ واحد ملک ہے جسمیں ان دوسرا ٹیکلیٹوں کا جو ہے جمعہ بازار لگتا ہے۔ اور وہ جمعہ بازار نہیں ہے، وہ اُس صوبے میں ہے۔ میرے محمود خان سے ہزار اختلافات، سیاسی حوالے سے شاید انکی پالیسیاں الگ ہوں، میری الگ ہوں۔ اُن کی slogan کو شاید میں accept نہیں کروں۔ میری slogan کو شاید وہ accept نہیں کریں۔ وہ ہمارے ایک سیاسی ایک اختلافات ہیں۔ لیکن کوئی XXXX اُنھ کر اُسکو سرٹیفیکیٹ وفاداری کا دے۔ جسکی XXX اس ملک کیلئے قربان نہیں ہوئی ہو۔ تو اُس سے بڑا فسوس کا مقام اور کیا ہو سکتا ہے۔

میڈم اسپیکر: غیر پارلیمانی الفاظ کا روروائی سے حذف کیئے جائیں۔

سردار اختر جان مینگل: میں اپنے پشتوں بھائیوں سے، جو ہمارے معزز بھائی ہیں۔ اُن سے ایک گزارش کروں گا۔ ہماری طرح آپ بھی درنہیں کریں۔ جو جنازے آج اٹھائے گئے ہیں۔ کئی عرصے سے آپ بھی اُٹھا رہے ہیں اور ہم بھی اُٹھا رہے ہیں۔ ہمیں، اُن لاشوں کو، جنازوں کو کاندھا دینے کی اجازت نہیں دی گئی۔ ہمیں جنازہ نماز پڑھانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ کئی ہزار گھر انے ایسے ہیں میڈم اسپیکر! آج دن تک وہ اُس اپنے دروازے کی چوکھت پر نگاہیں جمائے بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ اس لیئے نہیں کہ وہ زندہ آیا گا، کب وہ لاش آئے کہ جا کر اُسکی جنازہ نماز پڑھائی جائے۔ ہمیں وہ قبرستان، وہ لاشیں، متعدد نہیں کر سکی ہیں۔ یہ حقیقت ہے ہم بلوچوں کو متعدد نہیں کر سکی ہیں۔ کم سے کم آپ یہ غلطی نہیں کریں۔ یہ لاشیں جو میں چمن سے لیکر۔ وہ راستے میں آ رہے تھے تو ہمارے دوست ساتھ تھے۔ پشین سے ہم آگے گئے تو بہت ایک بڑا قلعہ مجھے نظر آیا۔ تو میں سمجھا شاید اُس زمانے کا، پشتوں کے نوابوں کا قلعہ ہوگا، سر انان روڈ پر۔ پتہ چلا یہ وہ نجح ہے جو بویا گیا تھا آج

☆ بحکم میڈم اسپیکر غیر پارلیمانی الفاظ XXXX-XXX کارروائی سے حذف کر دیئے گئے۔

کی اس دہشتگردی کیلئے۔ وہ پناہ گاہیں ہیں دہشتگردوں کی جس کا خمیازہ جو ہے ہم اور آپ بھگت رہے ہیں۔

میڈم اسپیکر: سردار صاحب! please conclude کریں۔

سردار اختر جان مینگل: میڈم اسپیکر! آخر میں میں صرف یہی کہوں گا کہ اس دہشتگردی کے واقعہ کو یہ

پیک کا نام دیکر ہمارے بلوچستان کے لوگوں کا استھصال کرنے کا ایک اور طریقہ، ہٹھنڈہ استعمال کیا جا رہا۔ جس

کی ہم کبھی اجازت نہیں دیں گے۔ (ڈیک بجائے گئے) سی پیک سے فائدہ اگر ہوا ہے۔ orange

بن رہی ہے پنجاب میں۔ چار عدد، تیرہ سو، ساڑھے سات سو میگاواٹ کے power

projects پنجاب میں لگ رہے ہیں۔ صرف 46 billions 01 billion بلوچستان پر مشکل سے

خروج ہو رہا ہے۔ وہ بھی انکی اپنی ضرورتیں ہیں۔ ایئر پورٹ بنارہے ہیں یا پور پروجیکٹ بنارہے ہیں۔

45 billion وہ بلوچستان سے باہر خرچ ہو رہے ہیں۔ اگر انہیں کوئی ادارے ملوث ہیں، یہ ورنی، جس طرح

کہا جاتا ہے کہ RAW "را" involved ہے۔ وہ اُسکو 70% کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں 99% وہ

انہیں ملوث ہو سکتے ہیں۔ لیکن 1% کی اپنی بھی تو غلطیاں تسلیم کریں۔ ایک فیصد اپنی بھی "را" کی تو غلطیاں

تسلیم کریں جکی وجہ سے "را" یہاں گھسنگی ہے۔ آخر میں میں میڈم اسپیکر! آپ کاشکریہ ادا کرتے ہوئے یہی

کہوں گا کہ اب ہمیں کچھ سمجھ سے کام لینا چاہیے۔ بہت کچھ کھویا ہم نے۔ اب ہمیں کھونے کی سکت نہیں ہے۔

یہاں بھی پتہ نہیں پالیسیاں کیسی بنائی جاتی ہیں۔ یہاں وائراء بھیجے جاتے ہیں ہمارے لیئے۔ اگر یہ بھی جب

اُس نے ہم پر میڈم اسپیکر! حکمرانی کی تھی تو وہ وائراء بھیجتے تھے۔ لیکن اُس وائراء کی ایک خصوصیت ہوتی

تھی کہ یا پوپیٹکل ایجنت کی ایک خصوصیت ہوتی تھی کہ جو اسٹنٹ تھا، اُس کا یہ فرض ہوتا تھا کہ اپنے پوپیٹکل

ایجنت کے ساتھ اسٹنٹ جو ہے کئی سال وہاں گزارے۔ یہاں کے ماحول، یہاں کی رسم و رواج، یہاں کے

طور و طریقوں اور یہاں کے political setup کو تصحیح۔ ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ ہمارے لیے direct

آسمان سے وائراء بھیجے جاتے ہیں۔ جو میرے خیال میں بڑے اسکے ذمہ دار ہیں۔ اور اس واقعہ پر مجھے

حریاں گی اس بات پر ہے، مذمت کی بجائے، کسی ایک کے خلاف action لیا جاتا۔ کسی ایک کو معطل کیا جاتا۔ کسی

ایک نے۔ استعفے کی میں خداخواستہ بات نہیں کروں گا کہ کوئی خداخواستہ استعفی دے۔ وہ ہماری روایتوں میں ختم

ہو چکا ہے۔ لیکن as a government کسی ایک کو ذمہ دار قرار دیتی۔ صرف وہ بمبار جو تھا وہ خود کش ذمہ

دار نہیں ہے۔ کئی اور بھی ذمہ دار ہو نگے۔ کسی ایک کے خلاف action لیا جاتا۔ میڈم اسپیکر! بہت مہربانی۔

میدم اپسکر: thank you عبدالمجيد خان صاحب۔

جناب عبدالمجيد خان اچجزی: میدم اپسکر! مختصر بلوں گا کیونکہ باقی ساتھیوں نے بولا ہے conclusion کرنی ہے۔ سب سے پہلے تو یہ 8 اگست کو جو واقعہ ہوا ہے۔ اسکے بارے میں اور کیا کہنا ہے، ہماری پارٹی کے چیئرمین نے کہہ دیا ہے کہ 1935ء کے زلزلہ کے بعد یہ سب سے بڑا واقعہ ہے۔ اور تمیں جو لوگ شہید ہوئے ہیں۔ وکلاء برادری شہید ہوئی ہے، ان میں سے آدھے کوئیں خود بھی جانتا تھا۔ اور وکلاء برادری میں یہ ایک چیز common تھی۔ جب آپ جاتے تھے انکے پاس، وہ پارٹی کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ آپ کا کیس سنتے تھے اور آپ کا کیس اڑتے تھے۔ میدم اپسکر! مختصر اب ات کروں گا۔ بات یہ ہے میدم اپسکر! start کہاں سے ہوا ہے؟ بھٹو صاحب کے زمانے سے ہوا ہے جب ایک آزاد جمہوری افغانستان وجود رکھتا تھا۔ اور جزل بارا بھی بھی یہی کہتا ہے کہ ہم نے وہاں سے مجاہدین کو بُلا یا تربیت دی، تو افغانستان کو unstable کرنے کیلئے وہاں سے پھر start ہوا۔ اُسی بندے نے۔ اُسی مارشل لاءِ ڈکٹیٹر ضیاء الحق نے بھٹو صاحب کو پھانسی دی۔ آئین کی روزے، جو آئین کو توڑتا ہے اُسکو پھانسی ملنی چاہیے۔ ہمارے ایک elected Prime Minister Afghan کو پھانسی دی گئی ہے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا، چلتا رہا، جا کر کے 78ء تک چلتا رہا۔ 78ء میں Revolution آئی کس طرح، جیسے مولانا صاحب نے کہا تھا کہ ہم do-more والے نہیں ہیں۔ اس کے بعد ہم نے front-men کا کردار ادا کرنے کی پیشکش کی۔ ہم نے کیا کیا؟ ہم نے لاکھوں لوگوں کو detestable کر دیا ہے۔ لاکھوں لوگوں کو قتل کر دیئے ہیں، بے گھر کر دیئے ہیں۔ وہی کلپر ہمارے ملک میں آگیا ہے۔ ابھی اُسی کو ہم بھگت رہے ہیں۔ میدم اپسکر! بات یہ ہے کہ سیاسی پارٹیاں ہیں۔ ساری سیاسی پارٹیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ ہماری سیاسی پارٹی بھی ہے پشوتوخولی اعوامی پارٹی۔ ہماری پارٹی کا یہ ہے، جو منشور ہے، جو وہ ہے، جو ہماری وہ ہے اُنہیں، اُس میں میدم اپسکر! سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہم نے کبھی بھی کسی غیر جمہوری فوجی ڈکٹیٹر کا ساتھ نہیں دیا ہے۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) ہم نے پہلے دن سے ایوب خان کا مارشل لاءِ جو 58ء میں لگا 7 اکتوبر کو۔ اور 10 اکتوبر کو خان شہید خان عبد الصمد خان اچجزی کو گرفتار کیا گیا۔ اور مارشل لاء کے 10 دن بعد آخری قیدی بھی وہی تھے۔ یہ ہماری سیاسی تاریخ ہے۔ ایوب خان کے زمانے میں پھر کیا ہوا؟ پھر نواب ثناء اللہ صاحب کے دادا نواب نوروز خان کے ساتھ کیا واقعات ہوئے؟ اُسی کا تسلسل پھر جزل ضیاء الحق، اُسکا مارشل لاء اور اُسکے ادارے۔ کس نے اُسکا ساتھ دیا ہے؟ ابھی بھی وقت نہیں گزر رہے۔ ضیاء الحق کا ساتھ کس نے دیا؟ ضیاء الحق کے اس قتل عام میں اس کے ہیر وَن کلپر کو لانے میں، فرقہ پرستی،

بنیاد پرست اس میں role کس کا رہا ہے؟ ہم نہیں رہے ہیں اُسمیں۔ آج کا دن blame کرنے کا دن نہیں ہے۔ پھر بھی ہمیں سوچنا ہوگا۔ ضیاء الحق کے بعد پھر مشرف صاحب کا ڈور آیا ہے۔ جزل ڈلٹیٹر مشرف کا۔ اور مشرف ڈلٹیٹر کو ہم نے ہی support کیا۔ اور مشرف قتل عام کرتا گیا۔ اور ہم اُسکا ساتھ دیتے رہے۔ اور ہم، اُسکے ساتھ تصویریں ہماری بنی ہوئی ہیں۔ ہم نے، جولنلن میں کانفرنس ہوئی تھی، اُس میں ساری پارٹیوں نے فیصلہ کیا تھا کہ ایک باور دی جزل کے ہوتے ہوئے ہم ایکشن نہیں لڑیں گے۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ، ہم تو نہیں لڑے۔ جماعت اسلامی بھی نہیں لڑی۔ عمران خان نے بھی لڑا۔ باقی پارٹی، اُنکی اپنی مرضی۔ وہ ایکشن لڑیں۔ وہی اُسی تسلسل میں مشرف نے پھر کیا کیا؟ پھر خیر پختوا میں جیسے زمرک خان کہہ رہے ہیں۔ پارٹی کے 8 سو سے زیادہ کارکنوں کو مارا گیا، شہید کیا گیا۔ ابھی یہ ہمارے اصغر خان کے والد سردار جیلانی خان کو شہید کیا گیا، اُنکے اپنے گاؤں میں۔ اُنکے اپنے گھر کے ساتھ۔ ابھی یہ واقعہ میں انکا بیٹا شہید ہوا ہے اصغر خان۔ اسکے علاوہ اور بہت سے واقعات ہیں۔ میڈم اسپیکر! ہم یہ blame نہیں لگا رہے ہیں کہ کیا ہورہا ہے کیا نہیں ہورہا ہے۔ آخر سوچنے کی ایک بات ہے۔ 66 سالوں سے ہم اپنی بحث کی کتنی percent دفاع پر خرچ کر رہے ہیں؟ اُسکے بدلتے میں ہمیں کیا مل رہا ہے؟ ہم یہ blame نہیں کریں گے کہ فلاں ہورہا ہے فلاں ہورہا ہے۔ بالکل ایک طاقتور فوج ہماری ملک کی ضرورت ہے۔ ایک طاقتور ایجنسیاں ہماری ملک کی ضرورت ہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ منتخب پارلیمنٹ، جمہوری نظام، اُسکی بالادستی اور جو آئین میں ہر ادارے کا جو role لکھا گیا ہے۔ ہم نے اُس پر چلتا ہے۔ وہ نہیں ہورہی ہے۔ میڈم اسپیکر! ابھی اپنی پارٹی کامیں ذکر کروں گا۔ 7 اکتوبر 1983ء سے لیکر کے last سردار مصطفیٰ خان کے بیٹے کے انوغاء تک ہمارے 3 سو سے زیادہ کارکنوں کو شہید کیا گیا ہے۔ بڑے بڑے کارکن جو بیس، بیس سالوں کی محنت کے بعد پارٹی نے تیار کیئے تھے۔ ابھی ہم کیسے کہیں کہ جو واقعات 83ء سے لیکر کے آج تک ہمارے ساتھ ہو رہے ہیں۔ ہم کہیں کہ فلاں ملک نے کیئے ہیں۔ ہم پھر بھی نہیں کہیں گے۔ ٹھیک ہے ہم اس پارلیمنٹ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں اس پارلیمنٹ کا رکن ہوں۔ جناح صاحب کی تصویر یکی ہوئی ہے۔ 73ء کے آئین کے مطابق ہم نے حلف لیتے ہیں۔ مگر 73ء کے آئین میں جو کچھ لکھا ہوا ہے ہم نے اُسکی پاسداری کرنی ہے۔ ہمارے پاس کوئی اور option ہی نہیں ہے۔ اگر نہیں ہوتا تو ایک دن بعد دوسرے نج پر قاتلانہ حملہ کیوں ہوتا؟ ہمیں اور آپ کو پتہ ہے۔ آپ ہمارے ڈسٹرکٹ میں ایک یویز حوالدار سے پوچھ لیں کہ فلاں گاؤں میں کون بندہ کیا کام کر رہا ہے؟ وہ آپ کو بتا دیگا کہ یہ بکری چوری کرتا ہے۔ یہ فلاں کرتا ہے۔ یہ گاڑیاں چوری

کرتا ہے۔ یہ فلاں کام کرتا ہے۔ وہ آپ کو بتا دیگا۔ اتنی بڑی فورس ہے ہماری۔ آپ کی آری کی فورس، اور ایف سی کو چھوڑ کر کے ہماری پولیس بی سی وغیرہ کیا کر رہی ہے؟ یہی کر رہی ہے۔ رات کو تھانوں میں لوگوں کو بند کرنا۔ افغانیوں، اور افغانیوں کو تنگ کرنا۔ اور دو، دو ہزار روپے لیکر کے پھر انکو چھوڑنا۔ اور جب پوچھ لیتے ہو، ”کہ کیا کیا ہے؟“ بولتے ہیں کہ ”ڈبل سواری پر پکڑا گیا ہے گیارہ بجے رات کو“ یہ IG صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ اپنے تھانوں کو check کر لیں۔ ابھی یہ جو سلسہ شروع ہوا ہے، افغان مہاجرین کو نکالنے کا زبردستی۔ میڈم اسپیکر! آپ خود اندازہ لگائیں، جن حالات میں ہمارا ملک۔ جن حالات سے ہم خارجی طور پر گزر رہے ہیں۔ کیا یہ ہم afford کر سکتے ہیں کہ جن لوگوں کو ہم نے 40 سالوں تک یہاں پناہ دی ہے۔ اور انکو ہم زبردستی یہاں سے نکال لیں گے، تو اُسکا اس hostile situation کا ذمہ دار پھر کون ہو گا؟ جب آپ کپوافغانیوں کی خون کی ضرورت تھی۔ آپ کہہ رہے تھے ”کہ یہ پاکستان کی بقاء کی جنگ لڑ رہے ہیں،“ آج آپ دھکے دیکر کے نکال رہے ہیں۔ تھانوں میں بند کر رہے ہیں۔ بے عزت کر رہے ہیں۔ یہ role نہیں ہے یہ اسٹیٹ کا۔ ساری دنیا میں مہاجرین کا ایک اپنا role ہے۔ UN کی قرارداد موجود ہے۔ یہ مہاجرین جو پاکستان میں رہتے ہیں جو افغان ہیں باقی لوگ ہیں، یہ UN کے معاملے کے تحت یہاں رہ رہے ہیں اور اُس میں یہ شرط موجود ہے کہ جب تک آفغانستان کے حالات ٹھیک نہیں ہوئے، مہاجر کو باعزت طور پر ہم نے نہیں بھیجا ہے۔ یہ خیر پختونخواہ میں پتہ نہیں ٹھک صاحب کیا کر رہے ہیں، کیا numbering score کر رہے ہیں اور یہاں پر کیا ہو رہا ہے ہمارے تھانوں میں کیا ہو رہا ہے، مسئلہ کیا ہے، مطلب یہ گلی گلی کو جانتے ہیں آپ جس طریقے سے ان کو نکال رہے ہیں جس طریقے سے اس کو ایجنت کہہ رہے ہیں فلاں فلاں ہے آپ کو بارڈر پر افغانی مل جاتے ہیں آپ کہتے ہیں کہ یہ راء کا ایجنت ہے یہ خاد کے ایجنت ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے دنیا کی ساری ایجنسیوں کی پہلا کام یہ ہے اپنے ملک کے مفادات کا تحفظ کرنا اور اُس کے بعد اُس کا دوسرا روپ بنتا ہے، کیا واقعی ہماری ایجنسیاں کا یہ روپ ہے، جو میں بتا رہا ہوں 83ء سے لیکر آج تک ہم مر رہے ہیں ابھی اس کا ہم کیا کریں کہ کس نے کیا ہے؟۔ ”فلاں نے کئے فلاں نے کئے“ ہم اس گیم میں جائینگے بھی نہیں۔ جیسے مولانا عبدالواسع صاحب نے کہا میں personally نہیں جانا چاہتا ہوں کہ ”do more“۔

میڈم اسپیکر: مجید صاحب! آپ conclude کریں۔

جناب عبدالجید خان اچکزئی: میں ایک منٹ سے زیادہ نہیں لوں گا۔

میڈم اسپیکر: جی۔

جناب عبدالجید خان اچکزی: ابھی "do more" کا game جو ہمیں "do more" کہہ رہے ہیں کیا اس coalition کا حصہ ہم نہیں بنے؟ کیا ایک ٹیلیفون پر ہم اس coalition کا حصہ نہیں بنے؟ کیا ہم نے اپنے سارے فوجی اڈے انکو نہیں دیئے؟ پھر جو جنہوں نے جو "do more" کا مطالبه کر رہے ہیں۔ جنہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے انہوں نے کسی سے نہیں پوچھا۔ کیا پھر اس جزل، اُس ڈکٹیٹر کا ساتھ ہم نے دیا یا نہیں دیا؟ وہی طریقہ چل رہا ہے۔ ابھی افسوس کی بات ہے ساری دنیا میں میں نے نہیں سنائے۔ ملک کا وزیر اعظم ٹی وی پر آ کر کہتا ہے "کہ میں نے آرمی کی چیف کو دو سال کے لئے extend کر دی ہے۔" یہ کہیں بھی نہیں ہوا ہے۔ پوری دنیا میں نہیں ہوتا ہے۔ آرمی، ہم آرمی، ہمیں ایک مضبوط آرمی چاہیے ایک مضبوط ایجنسیاں چاہیے۔ مگر اُسکی role کا تعین ہونا چاہیے۔ جو واقعات یہاں کوئی میں ہو رہے ہیں۔ جو پورے بلوچستان میں ہو رہے ہیں۔ جو پشتوں والوں belt میں ہو رہے ہیں۔ سب کو پتہ ہے کہاں سے ہو رہا ہے کیا ہو رہا ہے؟ ہم اس ایوان میں کسی کو وہ نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ میڈم اسپیکر! ابھی ایک بات میں کرنا چاہوں گا یہ ہمارے ٹی وی چینلوں جو ہیں ان کو پیغمبر الائنس دیتی ہے۔ کیا پیغمبر الائنس دینے کے بعد اس کا کوئی رولر ہے؟ کوئی رول نہیں ہے۔ ہماری سیاسی لیڈروں کو بے عزت کرنے کیلئے چھوٹے چھوٹے لوگوں کو بٹھایا جاتا ہے چینلوں پر۔ گراہوا شیخ رشید بھی بتا ہے، ہر چینل پر بھی بتا ہے۔ "یہ افغان تجزیہ نگار اور یہ نامہ نگار اور یہ فلاں" اچھا! یہ جب اسمبلی کا سیشن ہوتا ہے آپ custodian ہیں اس ہاؤس کی جو الفاظ جو ہم یہاں ادا نہیں کر سکتے ہیں جو ہم باہر ادا نہیں کر سکتے ہیں، یہ ہماری پارٹی کا فیصلہ ہے یہاں بھی وہ الفاظ جو ہم نہیں دوہرائیں اسپیکر الفاظ کا روائی سے حذف نہیں کرتا ہے۔ بعد میں بیٹھ کر کے رات کو چینل پر ہمارے لیڈران کو گالیاں دی جاتی ہیں، غدار کا لقب دیا جاتا ہے، "را" کا ایجنت کا لقب دیا جاتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اس واقعہ کے بعد کیا ہمارے انہیں یہ منسر صاحب خود ایوان میں آئے تھے، وہ یہاں آئے، انہوں نے یہاں تشریف لائے اور انہوں نے یہ کہا۔ یہ لقب دینا یہ آسان کام ہے یہاں کے ذمہ دار ہونگے۔ مولانا نفضل الرحمن صاحب نے جو کہا صحیح کہا۔ مولانا شیرانی صاحب نے کہا صحیح کہا۔ اے این پی نے کہا صحیح کہا۔ محمود خان اچکزی نے کہا صحیح کہا۔ پوری ملک کے سیاسی لوگ جو سیاسی سوچ رکھتے ہیں انہوں نے کہا یہ بات صحیح ہے۔ ہم نہیں کہتے ہیں کہ "را" نہیں کر رہا ہے، ہم نہیں کہتے، ہم نے کیا کرنا ہے ہمارا role کیا ہو گا اس پارلیمنٹ کا کیا role ہو گا اپنی طرف سے پارٹی والے اپنے وہ کریں گے۔ ہمارے اس بھرمان میں ہمیں میاں محمد نواز شریف کی سخت ضرورت ہے۔ اُس کی ٹیم میں تھوڑے بہت لوگ جو ہیں انکی اپنی مرضی ہے، مگر جمہوریت پر، پارلیمنٹ کی بالادستی پر اور اداروں کے role کے

اوپر اس کا جو موقفہ ہے ہم اس کی 100% حمایت کرتے ہیں اگر ہمیں 1% بھی اشارہ ملتا کہ یہ role ان کا نہیں ہے تو ہم نہیں جاتے۔ دوسری بات اخیر میں یہ کروڑگا میدم اسپیکر! جیسے ساتھیوں نے کہا بالکل یہ واقعہ ہوا، ظلم کی انتہا ہوئی۔ مگر ہمارے نواب شاہ اللہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ coalition گورنمنٹ کے سارے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں یہ game numbering کا numbering میں نہیں کروڑگا 20 منٹ کے اندر ہماری پارٹی کے سمیت ساری سیاسی پارٹیاں بیشمول اپوزیشن، گورنمنٹ active تھی گورنمنٹ نے بالکل جو کچھ کرنا تھا وہ کیا۔ ابھی ہم نے یہ دیکھنا ہیں کہ ہمارے پاس اتنا نظام ہے ایسے واقعات کا۔ میں نواب صاحب سے کہونگا یہ میری request ہے کہ میاں شہباز شریف صاحب آئے تھے، 7 کروڑ کا چیک دیا۔ بات نہیں ہے۔ یہ جو جنوبی پنجاب میں ہو رہا ہے جو وہاں سے ہمارے ساتھ ہو رہا ہے، کم سے کم چار سو بسٹروں کا ہسپتال ہمیں ایک سال میں بنائے دیں، کوئی مسئلہ نہیں ہے، اور نجٹرین کے ڈبے کٹ جائیں گے اُس میں سے۔ مگر ہمیں تو ہسپتال مل جائیگا۔ ہمارے ساتھ جو کچھ ہوا ہے، مطلب ہم نہیں کہتے ہیں کہ پنجاب میں نہیں ہو رہا ہے، مگر ہمیں پتہ ہے کہ کارخانے کہاں ہیں۔

Thank you Madam Speaker.

میدم اسپیکر: منظور خان کا کڑ صاحب۔

جناب منظور احمد خان کا کڑ: thank you. میدم اسپیکر! آج کی مشترکہ مدتی قرارداد جو پیش ہوئی، حقیقاً اس پر ہم جتنی مدت کریں بہت کم ہے، کیونکہ میرا تعلق خود کالت سے رہا ہے مجھے 11 سال وکالت کا تجربہ ہے۔ قاہر شاہ صاحب میرے سینئر تھے میں اُس کے چیمپر میں تھا۔ داؤ دکا سی، باز محمد صاحب، عسکر خان اچکزئی، سنگت، بشیر زہری جتنے بھی تھے میرے colleague تھے محمد علی ساتکنڑی۔ یہ خلاء، ہم یہاں بات کر رہے تھے کہ یہ 50 سال ہم پیچھے گئے، لیکن 50 سال نہیں میدم اسپیکر! کم سے کم تین، چار سو سال ہم پیچھے گئے، کیونکہ ایک اچھا کیل اگر آپ تیس سال اُس کے لیں جب ہم نے 75 سے 80 شہداء دیئے ہیں۔ جو زخمی ہیں، زخمیوں کی بات میں نہیں کرتا۔ آپ calculate کریں میدم اسپیکر! یہ 12 سو سال تک جائیگا۔ تو میں نے تو آپ کو دو یا تین سو سال کی بات کی ہے، حقیقتاً ہم سے جو کریم چلا گیا۔ چاہے وہ پشتوں تھے چاہے وہ بلوج تھے چاہے وہ پنجابی شہداء تھے ان کے گھر پر کیا گزر رہی ہے میدم اسپیکر!، ان کے گھر پر ایسے کہ جس گھر سے دو شہید لاش نکلے ہوں یا جس گھر سے ایک شہید نکلا ہوا اور اس گھر میں جولوا حقین انہوں نے چھوڑیں ہیں اب وہ ہر لمحہ جس اذیت سے وہ گزریں گے، وہ ہم آپ کیا جائیں۔ اسی طرح کسی نے اپنا بھائی کھویا کسی نے اپنا بیٹا کھویا اور کسی نے اپنا لخت جگر کھویا اس ایک کروڑ روپے دینے سے اُن کا ازالہ تو حقیقت نہیں ہو سکتا لیکن اگر ہم قاہر شاہ

صاحب کی بات کریں، باز محمد صاحب کی بات کریں، سنگت کی بات کریں تو وہ اُس کے والدین یا اُس کی بہن اگر یہ پورا صوبہ اُس کو دے دیں تو میرے خیال میں وہ قبول نہیں کریگا اُس کو اپنا بیٹا قبول ہو گا لیکن میں اس حکومت کو یہ کریڈٹ ضرور دوں گا اسلئے دوں گا کہ جیسے مجید خان صاحب نے کہا یا باقی دوستوں نے کہا کہ ہمارے جتنے بھی خاص کروں اب شناع اللہ خان زہری صاحب، ہوم منسٹر صاحب جب یہ واقعہ ہوا، جب سنگیاز یارتوال صاحب یہ سارے سی ایم ایچ ہاسپیٹل اُسی ٹائم پہنچ گئے تھے، جو بھی ضرورتیں تھیں ہم نے وہاں کوشش کی کہ پوری ہوں، لیکن اب جتنا یہاں ان کو obliges کیا گیا ہے تاریخ میں صوبے کے حوالے سے یا ملک کے حوالے سے ضرور بات کروں گا کہ اتنی رقم کبھی بھی نہیں دی گئی ہے کم ہے لیکن اُس کے زخمیں پر مرہم رکھا گیا، ان کو واپس تمام صوبے کے حوالے سے ایک ایک شہداء کے گھر ہم گئے ہیں بشمول یہ ٹیم، تمام وہاں پہنچیں ہیں اور یہاں یہ بات کروں گا کہ ایک اور بات نواب شناع اللہ صاحب اور کو ایلیشن گرمنٹ نے کی ہے کہ ان کے بچوں کو jobs دینے اور ان کے بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے یوریشلر لاءِ کلیئے بھیجیں گے یہ بھی پہلی دفعہ ہوا ہے اگر اس سے پہلے جو واقعہ ہوا تھا جیسے یہاں زمرک خان صاحب نے بات کی، پولیس لائن والی وہ بھی same محبت اللہ داوی کے حوالے سے جب اُس کو شہید کیا گیا پھر پولیس لائن میں اسی طرح کے preplan واقعہ بنا یا کیا اور وہاں شہدا ملے اس طرح کے واقعات ہم نے نہیں کہا کہ نہیں ہوتے ہیں لیکن یہ تین سالوں میں میں کہوں گا کہ جتنا امن و امان اس صوبے میں رہا ہے اس سے پہلے نہیں تھا میڈم اسپیکر! اگر ہم دہشت گردی کی بات کرتے ہیں overall ہم دنیا کی بات کر لیں۔ تو دنیا میں بھی دہشت گردی ہوتی ہے اور خاص کر خودش کا کسی نے بھی آج تک کسی نے کوئی فارمولانہیں نکالا ہے کہ اُس کو روک سکیں، خودش کس شکل میں آتا ہے اور کیسے آتا ہے وہ تو امر یکہ ہم سے آگے ہے، برطانیہ ہم سے آگے ہے، یورپین ممالک ہم سے آگے ہیں لیکن وہ بھی آج تک اس کو پکڑنہیں سکے۔ میڈم اسپیکر! کوئی بھی حکومت نہیں چاہتی کہ اس کی حکومت ناکام ہو، کوئی بھی حکومت نہیں چاہتی، اور جتنے بھی یہاں لوگوں کو facilitate کیا گیا ہے یا ہم امن و امان کے حوالے سے بات کرو تو وہ، جیسے چمن کی بات ہو رہی تھی کہ مولانا صاحب نے بات کی ہے یہاں پر بہت اچھی تقریبی تھی لیکن یہ ماننا پڑیگا کہ پہلے چون آپ دن کو نہیں جاسکتے تھے اب آپ رات کو جاسکتے ہیں، پہلے آپ کراچی دن کو نہیں جاسکتے تھے ابھی آپ رات کو جاسکتے ہو میڈم اسپیکر! اسی طرح شہر کے حوالے سے جتنے بھی ہمارے فناش تھے اس سے پہلے نہیں ہوا کرتے تھے، سبی کا میلہ ہمارے اور آپ کے سامنے ہے 5 سال پہلے کوئی اُس کا نام نہیں لے سکتا تھا آج شکر ہے اللہ کا کہ وہی میلہ ہے اسی طرح جوش و خروش سے مناتے ہیں، یہ کریڈٹ ڈاکٹر مالک صاحب کو اور نواب شناع اللہ صاحب کو

جاتا ہے اور اس کو اپیلیشن گورنمنٹ کو جاتا ہے، میڈا اپیکر! اگر ہم یہاں پالیسی کی بات کرتے ہیں، اگر کسی ملک میں پالیسی ہی نہیں ہو تو وہ ملک کیسے چلے گا، دنیا میں آپ کہیں بھی جائیں میڈا اپیکر! وہ پالیسی کے تحت جاتے ہیں اور وہ پالیسی کو رکھ کے جاتے ہیں، چہرے بدلتے ہیں لیکن پالیسی نہیں بدلتی۔ یہاں چہرے کے ساتھ ہی پالیسی بھی بدل جاتی ہے میڈم اپیکر! جب آپ پالیسی کے ساتھ چہرے بدلتے ہیں تو میرے خیال سے پھر ایسی چیزیں ہم face کریں گے۔ 66 سالوں میں ہم نے کیا دیکھا، کیا جمہوریت رہی ہے یا آمریت رہی ہے آمریت نے کیا کیا اور جمہوریت نے کیا کیا۔ ہمارے جواہار بین تھے چند کو نکال کے باقیوں نے کیا کیا ہے جمہوریت میں، میڈم! یہی صوبہ سب کے سامنے ہے جب یہ صوبہ 60 ہزار لوگوں کیلئے بنایا گیا تھا آج یہ صوبہ اُسی طرح ہے اس پر کس کا قصور ہے اس میں میرا قصور ہے میڈم اپیکر! مجھے اپنے گریبان میں جانکے دیکھنا چاہیے کہ میں نے کیا کردار کیا ہے اس شہر کیلئے اس عوام کے لئے جنہوں نے مجھے ووٹ دیا ہے جنہوں نے مجھے منتخب کیا اور مجھے اس ایوان میں بھیجا، میں نے اُن کیلئے کیا کیا ہے، میں نے اُن کیلئے کچھ بھی نہیں کیا ہے میڈم اپیکر! تقید تو میں بہت اچھا کر جاتا ہوں تقید برائے تقید مجھے اپنے اندر دیکھنا ہو گا کہ میں کیا کر رہا ہوں پھر جب میں اپنا استحصال کروں گیا اپنے عمل کو دیکھوں گا پھر عوام اور اس صوبے کیلئے بہتر سوچوں گا۔

میڈم اپیکر: گیلو صاحب۔

میر محمد عاصم کرد گیلو: شکریہ اپیکر صاحب! ہم یہاں تاریخ دو ہرانے نہیں آئے ہیں، یہاں اس دن ریکووٹ کیا ہے اسمبلی کا اجلاس اس لیے کہ ہم سرجوڑ کر بیٹھیں کہ آیا ہم عوامی نمائندے ہیں۔ جو بلوچستان کا امن امان ہم بحال کر سکتے ہیں، یہ نہیں کر سکتے ہیں، ہم پیلک کے نمائندے ہیں۔ اور انہوں نے ہمیں بھیجا ہے، جیسے رحیم زیارت وال کہہ رہے تھے۔ ہمارے نواب ایاز کہہ رہے تھے۔ کہ ہمیں پیلک نے بھیجا ہے۔ یہاں ہم بیٹھے ہیں، ہم یہ تعین کریں، کہ ہم بلوچستان کا امن جو 70ء کے دور میں تھا، وہ لوگوں کو واپس دے سکتے ہیں یہ نہیں دے سکتے ہم اس لیے آج بیٹھے ہیں۔ نواب ایاز آج کہہ رہے تھے۔ کہ ہمیں سچ بولنا ہو گا، ابھی گیا ہے میں تو اس time کہہ رہا تھا۔ میں نے مناسب نہیں سمجھا، نہیں آپ سچ بولیں، جب سچ بولیں گے تو مسائلے حل ہو جائیں گے۔ جب سچ ہی نہیں بولیں گے، تو مسائلیں کہاں سے حل ہونگی۔ اپیکر صاحب! یہ تو ایک حقیقت ہے کہ خود کش کو کوئی روک نہیں سکتا، آپ دیکھیں اس سے پہلے ہمارے پشاور کا واقعہ ہوا، اس میں ہمارے چھوٹے چھوٹے بچوں کو انہی دہشت گردوں نے مارے آپ کراچی کا واقعہ لے لیں، وہاں ہمارے اقلیتی فرقے کے لوگوں کو مارے اس سے پہلے آپ پنجاب کی مثال لے لیں، ہماری ایکنسیز ہمارے ہیڈ کوارٹرز پر بھی انہوں نے حملہ کیا تھا۔

کہ کراچی ائیر پورٹ ہماری آرمی ہیڈ کوارٹرز پر بھی پہنچے۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خود کشیوں کو کوئی روک نہیں سکتا ایسے ہمیں اعتماد کرنے پڑے گئے، تاکہ ہم، ہماری عوام ہمارے نبچے ہمارے lawyers یہ سارے ان سے نج کر رہیں، ابھی آپ فرانس کا واقعہ لے لیں، ہمارے قبائل میں ایسے کئی واقعات ہوئے ہیں۔ ہمارے ایران میں ایسے کئی واقعات ہوئے ہیں۔ middle east میں ایسے کئی واقعات ہوئے ہیں۔ کل تک ہمارے بنکاک میں بھی ایسے واقعات ہوئے ہیں۔ تو میڈم اسپیکر! کہنے کا مطلب یہ ہے، کہ ہماری جو فورسز ہیں، اس لیے کام کریں، اس سے بہتر انداز میں کام کریں۔ تاکہ ان کو موقع ہی نہ ملے، دوسرے دو منٹ دیں ہمارا بلوچستان خود کفیل ہے، ہمیں دوسرے صوبوں سے یہ فیڈرل گورنمنٹ پر ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے ساتھی زیارتوال وہ کہا کہ ہم نے پنجاب سے ایک ہسپتال مانگا۔ زیارتوال آپ ہمارے بھائی ہیں، محترم ہیں ہمارے لیڈر آف دی ہاؤس ملیٹھے ہیں۔ ہمیں انشاء اللہ مانگنے کی ضرورت نہیں پڑی گی۔ جی ہاں۔

جناب عبداللہ جان بابت (وزیر حکومت جنگلات و جنگلی حیات): مانگیں وہ بھی ہمارے پیسے ہیں۔

میڈم اسپیکر: please بابت صاحب۔ جی گیلو صاحب۔

میر محمد عاصم کرد گیلو: ہاں ہمارے پاس اپنے وسائل بہت ہیں۔ ہم خود کر سکتے ہیں لیڈر آف دی ہاؤس سے کہتا ہوں جوانہوں نے معاوضے جو لا حقین کے لیے اعلانات کیے ہیں۔ کل ہم ہائی کورٹ کے نجح ایک فاتحہ میں تھے۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ جو معاوضے ہیں جو اصلی مستحقین ہیں، جو victim ہیں، وہ ان تک پہنچے۔ آج بھی میری لیڈر آف دی ہاؤس سے بات ہوئی تھی۔ کہ آپ مہربانی کریں اس میں کمیٹی بنائیں جو اصلی مستحقین ہیں جو عام شہری بھی شہید ہوئے ہیں۔ یہ سب کو ملنا چاہیے اور جوان کے نبچے ہیں، انکے لیے گورنمنٹ آف پنجاب اگر ان کے لیے تعلیم کا کوئی بندوبست ہوتا ہے وہ کریں، مہربانی شکریہ۔

میڈم اسپیکر: thank you نصر اللہ زیرے صاحب!

جناب نصر اللہ خان زیرے: thank you میڈم اسپیکر! سب سے پہلے تو میں 18 اگست کا واقعہ اتنا دخراش ہے، بربریت پر وحشت پر منی ہے، کہ اس پر جتنا بھی بولا جائے کم ہے، میڈم اسپیکر ان تمام شہداء کو ان کی یہ لا زول کربوں پر انہیں خراج عقیدت پیش کرتا ہوں، میڈم اسپیکر! جس طرح بہت سارے دوستوں نے کہا کہ میں repeat تو نہیں کروں گا، دھشت گردی کی پوری تاریخ رہی ہے۔ اور بدقتی سے ہمارا ملک ہمارا خطہ اس دھشت گردی کا شکار رہا ہے۔ 18 اگست کا واقعہ ہوا یقیناً میں سمجھتا ہوں، اس دن میں خود کراچی میں تھا۔ تو میں شام تک کوئی نہیں گیا، اس سے پہلے ہمارے وزر اصاحب جان ہماری پارٹی کے ایم پی اے صاحب جان تمام حکومتی ٹیم

وہاں active رہی وہاں جنائزوں میں گئے، سول ہپتال گئے، سی ایم ایچ گئے، یقیناً اقدامات ہوئے، بگرایک نکلنے میں کہوں گا کہ اس حوالے سے انتظامی طور پر اس معاملات کو دیکھا جائے۔ کہ سی ایم ایچ میں جس طرح دوستوں نے کہا، بہت سے ہمارے زخمی لوگ کئے تھے، وہاں محبت اللہ شاہ ایڈو وکیٹ تھا، اس کا آپریشن ہوا، وہ بھی خون کی کمی کی وجہ سے سیدغی جان آغا ایڈو وکیٹ تھے، اس کا بھی وہ بھی ٹھیک تھا۔ آپریشن کے دوران وہ شہید ہوا، اس طرح سنگت ایڈو وکیٹ تھا۔ وہ بھی ٹھیک تھا اس ہاسپٹل پر اتنا بوجھ بڑھ گیا تھا کہ ان کے پاس سرجن نہیں تھے۔ تو اس حوالے سے اس option پر غور کیا جائے، اس قسم کے واقعات کے دوران کہ ہم تمام بوجھ اس ہاسپٹل پر نہ ڈالیں۔ آپ یقین کریں کہ پشتو نخوا بلڈ بنک کا وہاں ہمارے پاس خون موجود تھا۔ لیکن ان کی جو پالیسی تھی۔ سی ایم ایچ والوں کی کہ وہ کہہ رہے تھے، ہم یہاں کسی اور بلڈ بنک کا ہم خون نہیں لیں گے۔ تو ہم نے پھر حکومتی طور پر کہا کہ بابا یہ بھی اس وقت ایک ایرجنسی کی صورتحال ہے۔ بلڈ بنک میں خون پڑا ہوا ہے، آپ اس خون کو مریضوں تک جو زخمی ہیں۔ ان تک پہنچادیں، تو اس حوالے سے آپ انتظامی طور پر اس معاملات کو دیکھا جائے، دوسری بات یہ ہے کہ میڈم اسپیکر! جب ریاست اور مذہب کو الگ نہ کیا جائے، اس mindset کو آپ دیکھ لیں کہ بہت سارے ہمارے ٹی وی اینکر رات کو بیٹھے ہوں گے، وہ جس mindset کی تبلیغ کر رہے ہیں جو بیانیہ نشر ہوتا ہے، مختلف ٹی وی چینل پر بظاہر تو وہ انہوں نے ٹائی بھی کہنی ہے، انہوں نے clean shave بھی کیا ہوا ہے، لیکن وہ اس mindset کی طرف جا رہے ہیں جو ان دہشت گردوں کو بنا رہا ہے، جو بچوں کو ان کی جانب وہ ترغیب دے رہا ہے، کہ آپ جنت میں جائیں گے، یہ سب کچھ ایک پورے منصوبہ بندی کے مطابق ہو رہا ہے، تو میں سمجھتا ہوں کہ ریاست اپنی ذمہ داریاں نہ کیں، اور مذہب اسلام یہ ہم سب کا دین ہے ہم سب مسلمان ہیں، ہم سب ان کے جو فرائض ہیں۔ جو فرضیات ہیں ہم اس کے پابند ہیں۔ لیکن جب تک ان دونوں کو الگ نہ کیا جائے یہ معاملات چلتے رہیں گے۔ میڈم اسپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ پشاور کے اسکول کا جو واقعہ ہوا اس کے بعد all parties conference تام سیاسی پارٹیوں کے سربراہ اس میں شریک تھے۔ اوسارے صوبوں کے جو chief executive ہیں، اس میٹنگ میں شریک تھے۔ انہوں نے ایک بہت اہم دستاویزت بنائے، نیشنل ایکشن پلان بنایا۔ اور اسکے 20 نکتے ہیں اب بھی ہیں۔ کل بھی وزیر اعظم صاحب نے میٹنگ کی انہوں نے یہی کہا ہے کہ اس کے جو نکات ہیں اس پر عملدرآمد ہونا چاہیے۔ لیکن اس پر آج تک اس کے رح کی طابق کوئی عملدرآمد نہیں ہوا ہے۔ جس طرح قرارداد میں کہا گیا ہے کہ دہشت گردوں کے جو supporters ہیں، جو سہولت کار ہیں ان کے خلاف ان کے فنڈنگ کے حوالے سے باقی بہت سارے

اقدامات ہیں، اگر اس نیشنل ایکشن پلان پر عمل کیا جائے، تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے رح کیم طابق تو اس سے بہت زیادہ فائدہ اور اس دہشتگردی کے خاتمے میں بڑی مدد کارثابت ہوگی۔ میڈم اسپیکر! آج بھی کچھ ایسی قوتیں ہیں کچھ ایسی پارٹیاں آج بھی موجود ہیں جو ان دہشتگردوں کے لیے وہ soft corner رکھتے ہیں۔ ان کے حق میں دلیل دیتے ہیں، دیکھیں دہشتگرد، دہشت گرد ہوتا ہے، ہم نے خان عبدالصمد خان اچنزی شہید 2 دسمبر 1973 کو پہلے سیاسی راہنمائی جو دہشتگردی کا شکار ہوئے، ہماری پارٹی کا یہ واضح اعلان ہے۔ دہشت گرد چاہے جو بھی ہو، میں یہ نہیں کہنا چاہیے، جب یہاں 2005ء کے بعد دہشتگردی شروع ہوئی جب یہاں لوگوں کو مارا جا رہا تھا۔ جب یہاں punjabi speaking, urdu speaking کو مارا جا رہا تھا۔ میں کہتا ہوں، کہ اس وقت کے اخبارات آپ اٹھا کر دیکھیں لیں میڈم اسپیکر! 2005ء کے اخبارات 2006ء کے اخبارات 2007ء کے 2008ء کے اخبارات بہت سی پارٹیاں ہیں، ان کا ایک بیان تک جب لوگوں کو ٹارگٹ کیا جاتا تھا۔ ٹارگٹ کلنگ کی کوئی مذمت نہیں کرتا تھا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے، ایک دہشتگرد کو آپ کہہ دیں کہ اس لیے آپ soft corner رکھیں، کیوں کہ وہ ہماری آزادی کی جنگ لڑ رہی ہے۔ کون سی justification کسی floor پر نہیں ہو سکتا ہے پشتوں کے قتل پر آپ بیان تک جاری نہیں کرتے ہو یہ آپ کسی بلوچ غریب کے قتل پر بیان جاری نہیں کرتے ہو۔ دونہیں ہو گئے، ایک ہو گا جو بھی دہشت گرد ہے چاہئے پشتوں ہے چاہئے بلوچ ہے، چاہئے مذہبی دہشت گرد ہے، چاہئے ریاست کرے، جو بھی دہشت گردی کرے، چاہئے بلوچ سیاسی کارکن کے خلاف ہو، چاہئے پشتوں کے خلاف ہو، چاہئے جو بھی ہو ہزارہ کے خلاف ہو، ہمیں بادکل اس کی مذمت کرنی چاہیے، یہ مذمت نہیں ہوئی، یہ ریکارڈ پر موجود ہے میڈم اسپیکر! یہ ہی بات جب آپ double standard رکھیں گے۔ یہ خون خرا باس طرح نہیں روکے گا، میڈم اسپیکر! دیکھیں ہم سب ہمارے لوگ دہشت گردی کا شکار ہوئے ہیں یہ میں نہیں کہتا ہوں، وزیر اعلیٰ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ان کے ساتھ واقعہ ہوا لخت جگروانے میں شہید ہو گئے، بھائی، بھتیجا، تھا، میں نہیں کہوں کہ، سردار اندر مینگل کے ساتھ ہوا ہے۔ لیکن یہ پھر double standard نہیں ہونا چاہئے، کہ (xxx حذف) جو دہشت گردی کریں، میں نے تو کوئی لفظ استعمال نہیں، جی اچھا ٹھیک ہے، ok تو double standard نہیں ہونا چاہئے۔ ہر دہشت گردی کی ہر حالت میں دہشت گردی اس کی condemnation ہے، ہم نے، بہت سارے ہمارے دوست تھے ہزارہ برادری کے ساتھ ہوتا رہا، بہت سارے لوگ خاموش تھے۔ بہت سارے مذہبی

جماعتیں اس پر خاموش تھیں، بابا کیوں آپ خاموش ہیں، ہمیں threat دیا گیا تھا، کہ آپ لوگ ہزارہ کے ساتھ ہو رہا ہے، آپ لوگ ہر روز جلسہ کرتے ہو۔ جلوس کرتے ہو نکلتے ہو، آپکے خلاف ہمارا candidate ہمیں نے کھڑا کیا تھا، BP پر ہمارے ساتھ کیا نہیں ہوا، میڈم اپیکر! یقیناً 12 مسی کو کراچی میں واقعہ ہوا کتنے لوگوں کو شہید کیا گیا۔ ہم ہر قسم کی دشمنگردی کے خلاف تھے، ہیں اور رہیں گے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم تجھنی کا مظاہرہ کر کے ان دشمنگردوں کا صفائی کریں۔ شکریہ۔

میڈم اپیکر: سردار عبدالرحمن صاحب۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان: شکریہ میڈم اپیکر! یہ 18 اگست کا جو دن خراش واقعہ ہوا ہے ہمارے دوستوں نے اس کے بارے میں بہت کچھ بولا سب سے پہلے تو میں بحیثیت ایک ضمیر کے قیدی کے پونکہ میرے colleague بھی میرے دوست بھی شہید ہوئے کیونکہ میں پابند سلاسل ہوں میں ان کے گھروں پر تعزیت کے لئے نہیں جاسکا میڈم اپیکر! آپ کے توسط سے اُن تمام شہداء کے لواحقین سے تعزیت کا اظہار کرتا ہوں۔ اس کیسا تھا ساتھ سو شل میڈیا پر ایک خاتون ڈاکٹر ہے جس کے بہت سارے فوٹو جاری ہوئے وہ جس حالت میں ہے اُن شہیدوں کی لاشوں کے زخمیوں کے پاس نظر آتی ہے میں نہیں جانتا ہوں کہ وہ بلوج، پنجان سندھی پنجابی ہے کس community سے اس کا تعلق ہے میں اس کو سلام پیش کرتا ہوں خراج تحسین پیش کرتا ہوں اُس خاتون کو جہاں پر قوم پرستی کے اور پتہ نہیں کیا کیا دعوے کرنے والے مرد ڈاکٹر حضرات ایک بھی آپ کو نظر نہیں آئیں۔ وہ خاتون اُن لاشوں کے پاس اُن کلے ہوئے اعضاء کے پاس آپ کو نظر آئیں میں اُس کو فلور آف دی ہاؤس سلام پیش کرتا ہوں۔ میڈم اپیکر! جذباتی تقریریں اور اس ملک کیلئے قربانیوں کے بات شروع ہوتی ہے ہم آج یہاں پر گونا شروع کریں تو یہ ایک لمبی داستان ہے۔ میں 1947ء سے اگر پیچھے علیگڑھ چلا جاتا ہوں میرا تایا سردار محمد اور جان جب قائد اعظم تقریر کے لئے آ رہے تھے وہاں پر ایک سکھ کے ساتھ اسکی تصویر اُتا رکے اُس کو پاؤں سے روندھا اُس کیسا تھا لڑائی ہوئی اس نے چاقو نکالا میرے تایا اُس کو کے مارتے رہے یہ بھی بیہو ش ہو گیا۔ اس کے بازو کٹ گئے۔ ہمارے داد کو اطلاع ملی کہ آپ کا جو فرزند رحمند ہے وہ شہید ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کس بات پر جواباً اس کو کہا گیا اس بات پر اُس نے کہا میرے تین چار بیٹے ہوں اس جدو جہد کیلئے قربان ہوں تو اس مملکت کیلئے اس ملک کی آزادی کیلئے اس میں ہمارا خون 1947ء سے پہلے بھی شامل تھا اور آج ہمیں کسی سٹریکٹ کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم یہاں پر دوہراتے رہیں کہ جی ہم نے یہ قربانی دی یہ ملک ہمارا ہے یہ وطن ہمارا ہے اس پر جتنا پنجاب، سندھ اور KPK کا حق ہے۔ اتنا ہی اس بلوچستان کے

فرزند کا حق ہے۔ تو ہم کسی پر کیوں احسان کریں کہ جی ہم اس کے محافظ ہیں۔ ہم اس کے فرمان بردار ہیں۔ یہ ملک ہے ہم ہیں۔ یہ ملک نہیں تو ہم نہیں۔ ہمیں اس ملک پر خر ہے اس بزر ہلالی پر چم پر خر ہے۔ میدم اپسیکر! جس دن یہ واقعہ ہوا اُسی اگلے دن 10 تاریخ کو ہماری پیشی تھی۔ سعودی عرب سے ہم منگواتے ہیں گھوکانی type کا ہمیشہ جب بھی پیشی پر جاتا ہوں تو تھر ماں لے کر جاتا ہوں۔ جب میں نے تیاری کی تو میری بیگم نے کہا کہ گھوکا بناؤں میں نے کہا کہ آج کس کیلئے بناؤ گے۔ جس لاہوری میں میدم آپ نے بھی law کیا ہوا ہے میں نے بھی law کیا ہے۔ جس لاہوری میں ہم بیٹھتے تھے اس لاہوری کے 80% کلاع شہید ہو گئے۔ ہمارے ساتھی ہمارے دوست ہمارے colleague ہم سے نچھڑ گئے۔ ابھی نصراللہ نے ذکر کیا گئی آغا کا ایک تھر ماں اپیشل میں اس کیلئے لے جاتا تھا وہ پورا تھر ماں پی جاتا تھا۔ میدم اپسیکر! دہشت گرد ہشتنگر ہے۔ یہاں میں دو تین ہستیوں کا ذکر ضرور کروں گا۔ میں گھر بیٹھے سوچل میڈیا پر دیکھ رہا تھا footage آ رہی تھی۔ یہ جو آنکھ کا آنسو ہوتا ہے یہ ادھر سے نکلتا ہے۔ پانی جتنا بھی ڈالیں وہ آنسو نہیں بن سکتا ہے میں نے لیڈر آف دی ہاؤس نواب ثناء اللہ کو وہ چھوٹے بچوں کو گود میں لیکر روتے ہوئے دیکھا ہے میں انہیں سلام پیش کرتا ہوں میں نے جس سہ ہاشم کا کڑ کو بلک بلک کروتے ہوئے دیکھا ان لاشوں کے پاس میں ان کو سلام پیش کرتا ہوں اور کورکماڈر کے آنسوں تو میں نے نہیں دیکھے عامر ریاض کے لیکن میں بھی انسان ہوں میں بھی تاثرات سمجھ سکتا ہوں کہ جب وہ تج نوج کر ایک صحافی کے پیچی کو دے رہا میں ان کو بھی سلام پیش کرتا ہوں میدم اپسیکر! ہم blame game پر نہ جائیں ہم یہاں آج کھڑے ہو کر کہیں کہ ایجنسیوں کی کوتا ہی ہے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ دہشت گردی کا قلعہ قع کرے میں اپنے گھر سے start لوں۔ مجھے منتخب نمائندہ قرار دیا گیا میں اپنے علاقے کا ذمہ دار ہوں۔ اٹھارہ کروڑ عوام اس ملک میں بنتے ہیں۔ ہمارے پاس اٹھارہ کروڑ Law enforcements agencies کے بندے نہیں کہ ہر بندے پر کھڑا کر دیں جب تک ہمیں خود ذمہ داری کا احساس نہیں ہوگا۔ میدم اپسیکر! ہم اپنی ذمہ داریاں دوسروں کے کندھوں پر ڈالنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ اپنے سے کچھ نہیں ہوتا دوسرے پر ڈال دیتے ہیں کہ فلاں کی کوتا ہی ہے۔ میدم اپسیکر! یہی 8 اگست 2013ء ایک SHO محب اللہ مارا گیا اُسکی جنازہ پولیس لائن میں ہو رہا تھا وہاں ایک خودکش ہوا جس میں فیاض سنجل جیسے لوگ شہید ہو گئے جو ہمارے سرما یہ تھے۔ بہت بڑے سرما یہ تھے۔ باقی تمیں چالیس لوگ شہید ہوئے۔ میدم اپسیکر! اس کا میں ذکر اس لئے کر رہا ہوں۔ کہ IG اپلیس بھی یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس سے سابقہ IG ا مشتاق سکھیر ا کا ذکر کروں گا۔ اسیں ایک افسر الیس پی level کا مجھے اس کا نام یاد نہیں ہے سوچل

میدیا پر آپ نے بھی اس کی تصاویر دیکھی ہوگی۔ اس کی بیوی کی ٹیوٹر پر پیغامات دیکھنے ہوئے۔ اس کا کوئی اعضا سلامت نہیں ہیں وہ پنجاب ٹرانسفر ہو گیا آج وہ اُسی سکھیر کے زیر عتاب ہے۔ بجائے اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی اُسکی بیوی در بدر ہے اسکی تخلو ایں بند ہے کیا یہ ایوارڈ ہے۔ کیا اس ملک کو loyalty کیلئے آپ اس کی تصویریں لیں اُس کا پورا جسم lungs کے باہر نکل کر پھڑک رہے ہیں۔ سینہ اُس کا سارا اکھلا ہوا ہے وہ جا کر بمبار کے آگے اپنے کو ڈالتا ہے۔ یہ ہماری loyalty ہے یہ ہمارا پیانہ ہے میڈم اسپیکر! یہاں ایک چیز مجھے حیرت میں ڈال رہی ہے۔ رئیسانی صاحب کے دور میں رضا صاحب نے کہا سوسوآدمی شہید ہونے دودسو بھی شہید ہوئے اس کے بعد 8 اور، 13 اگست 2013ء کو بڑا واقعہ ہوا۔ اس کے بعد یہ ڈھائی سال جو حکومت چلی ڈاکٹر مالک صاحب کی اس میں کوئی بڑا واقعہ نہیں ہوا۔ جب ان کی حکومت ختم ہوئی پھر نواب صاحب کی حکومت بنی۔ پھر یہ سلسلہ شروع ہو گیا یہ جواب طلب مسئلہ ہے میرے ذہن میں۔ میری سمجھ میں یہ ڈھائی سال کا جو آرام کا وقفہ ہے میری سمجھ سے بالاتر ہے میری گزارش یہ ہے سی ایم صاحب سے اور باقی لوگوں سے بھی جو متعلقہ ہیں۔ کہ یہ مجھے ذرا سمجھائیں کہ یہ ڈھائی سال کیا کوئی خاص کیونکہ وہی ٹیم صرف کپتان بدلتی ہے۔ وہی setup ڈھائی سال میں تو امن کافی حد 90% وہ کہتے ہیں وہ گیا تھا۔ یہ دسمبر 2015ء کے بعد نواب شاء اللہ نے حکومت سنہجاتی پھر یہ سلسلے یہ خوش یہ ٹارگٹ لکنگ کیوں؟ مجھ سے یہ گھنی نہیں سمجھ رہی اس کو سلجمائیں یہ حل طلب ہے۔

میڈم اسپیکر: سردار صاحب kindly conclude اسکو conclude کریں۔

سردار عبدالرحمن کھیتران: جی چونکہ ہم بہت کچھ بولنا چاہ رہے ہیں۔ آپ کے پاس ٹائم نہیں۔

میڈم اسپیکر: ٹائم ہے لیکن ہم نے ایک decision لیتھے۔

سردار عبدالرحمن کھیتران: میڈم اسپیکر! سابقہ حکومت دونرے لیکر اٹھی۔ ایجوکیشن ایم جنسی، ہیلتھ ایم جنسی۔ میں باقی چیزوں کو چھوڑ دیتا ہوں۔ صرف اس واقعہ کو لیتا ہوں۔ وزیر داخلہ جواب دینے گیا سی ایم صاحب اسکو سمیٹے گے۔ مجھے یہ بتائیں کہ کوئی کوار بول کا جبٹ دیا گیا اس ہیلٹھ ڈیپارٹمنٹ کو مجھے ایک مریض بتادیں جو اس دھماکے کا victim ہو وہ کہے کہ سول ہسپتال یا بولان میڈیکل میں زیر علاج ہے یہ سارے سی ایم ایچ میں زیر علاج ہیں۔ کیوں؟ یہ اربوں روپے کھاں گئے یہ میڈیکل ایم جنسی کھاں گئی۔ ایک گورنمنٹ بنتی ہے نعرہ لکیر آتی ہے۔ یہاں کچھ دوستوں نے کہا کہ کچھ کا نقصان ہوا ہے۔ نقصان سب کا ہوا۔ خدار اس سب کو چالیں۔ شکریہ۔

میڈم اپسکر: جی بگٹی صاحب۔

میر سرفراز احمد بھٹی (وزیر داخلہ): میری سب سے پہلے تمام دوستوں سے گزارش ہے کہ خدار اس ب سے پہلے بھتی کا مظاہرہ کریں۔ ہم تو کب سے یہ بتارہے ہیں کہ رایا جو بھی agencies ہیں وہ آپ کے خلاف ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ آپ ایک دوسرے سے لڑیں اور یہاں انارکی ہو۔ کچھ دوستوں نے کہا کہ استغفاری لیا جائے۔ آپ کس کس سے استغفاری لیں گے۔۔۔ مدخلت آپ نے کی، جناب عالی on record ہے۔

میڈم اپسکر: آپ تقریر کے درمیان نہیں بول سکتے، بگٹی صاحب آپ جاری رکھیں۔

وزیر داخلہ: مذاق ہو گیا ہے۔ پلیز سن لیں۔

میڈم اپسکر: سردار صاحب پلیز، آپ تقریر کے درمیان نہیں بول سکتے، بگٹی صاحب آپ جاری رکھیں۔ مولا نا صاحب آپ پلیز تشریف رکھیں۔

مولانا عبدالواسع (قاائد حزب اختلاف): آپ نے کہا کہ۔۔۔

میڈم اپسکر: بگٹی صاحب آپ کسی کا جواب نہ دیں۔

وزیر داخلہ: جی سب کے بارے میں کہہ رہا ہوں سردار اختر جان ایک دو، دفعہ اسمبلی میں آیا ہے یا حکومت پر ایک زور دار تقریر کی چھڑائی کی، تقریر کرنے کے بعد چلے گئے جب میرا جواب کا ٹائم تھا وہ نہیں تھا آج بھی تقریر کی میں ان سے گزارش کر رہا تھا کہ آپ یہاں تشریف رکھیں ہم سے سن لیں۔ کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں کیا ہم وہ ٹائم بھول گئے ہیں کہ جب وزیر اعلیٰ ہاؤس میں ایک بر گیڈ یئر صاحب کو کمرہ دیا گیا تھا تو آج بات کرتے ہیں کہ پولیسیز کون بنارہا ہے کون نہیں بنارہا۔ تو میڈم اپسکر! یہ رو یہ یہ ہاں مجھے تو بالکل ہی non serious سالگ رہا ہے ایسے لگ رہا ہے کہ یہ debating colabe ہو گیا ہے اور اس کلب میں باری باری ہم تقریر کر کے چلے جاتے ہیں نہ اس میں سے کوئی پالیسی drive ہوتی ہے اب میں دہشت گردی کا مقابلہ کر رہا ہوں کیا استغفاری دینے ہیں میرے استغفاری سے مسئلہ حل ہوتا ہے زمرک خان میں آج دے دیتا ہوں۔

جناب عبداللہ جان بابت (وزیر جنگلات و جنگلی حیات): دے دیں قربانی آج۔

وزیر داخلہ: میرے استغفاری سے بابت لالہ ایک منٹ please۔

میڈم اپسکر: بابت صاحب please آپ بیٹھ کر نہ بات کریں۔

وزیر داخلہ: میرے استغفاری سے مسئلہ حل ہوتا ہے میں آج دے دیتا ہوں۔ آپ مل بیٹھ کر کرنا کیا ہے۔ سن لیں please۔

میڈم اسپیکر: آپ، وہ speech کر رہا ہے آپ لوگ speech میں نہ بولیں please کسی کی speech میں نہ بولیں۔

(معزز کن انجینئرنگ زمرک خان اچکنی بغیر مائیک کے بولتے رہے)

وزیر داخلہ: میڈم اسپیکر! وہی حوالہ ہے۔

میڈم اسپیکر: زمرک خان صاحب آپ کو میں نے فلور نہیں دیا آپ تشریف رکھیں please آپ لوگ اتنے سنئر ہیں آپ لوگ تقریر کے دوران اٹھتے ہیں بات کرتے ہیں آپ لوگ سمجھیں روز کے مطابق چلیں۔ سردار صاحب please سردار کھیڑت ان صاحب آپ اتنے سینئر پارلیمنٹریں ہیں آپ بیٹھ کر بات کرتے ہیں آپ باقاعدہ بولتے ہیں آپ تشریف رکھیں آپ speech میں۔ میں نے کوئی نہیں دیا۔

(معزز کن سردار عبد الرحمن کھیڑت ان بغیر مائیک کے بولتے رہے)

وزیر داخلہ: سردار صاحب اپوزیشن میں تو آپ دو بیٹھے ہیں نا۔

میڈم اسپیکر: آپ please بیٹھ جائیں آپ speech کے دران disturbance نہ کریں سردار صاحب speech کے دران please، کیجیہ آپ کی speech کو کسی نے disturb نہیں کیا آپ انھیں نہ کریں۔

وزیر داخلہ: میڈم اسپیکر! یہ ہال میں سے جس جس نے speech کی۔ میں نے interfere نہیں کی۔

میر محمد عاصم کرد گیلو: میڈم اسپیکر فلور آپ کے ساتھ ہے سرفراز کے ساتھ تو نہیں ہے۔

میڈم اسپیکر: جی ہاں جی please۔

وزیر داخلہ: میڈم اسپیکر میں ان چیزوں پر آنا چاہتا ہوں۔

میڈم اسپیکر: جی بگٹی صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیں اور please باقی ممبر نہ بولیں۔

وزیر داخلہ: نواب ایاز جو گیزئی صاحب نے بڑی۔۔۔

میڈم اسپیکر: مولانا صاحب please آپ تقریر کے دران نہیں بول سکتے please میں نہیں اجازت دوں گی آپ کو please تشریف رکھیں۔ آپ تقریر جاری رکھیں بگٹی صاحب please مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی تقریر میں کسی کی تقریر میں انہوں نے کسی نے بولا نہیں ہیں مولانا صاحب کسی کے تقریر میں آپ نہیں کہنا۔

(معزز کن مولانا عبد الواسع بغیر مائیک کے بولتے رہے)

میڈم اسپیکر: آپ تقریر و رک رہے ہیں آپ رول کے خلاف جا رہے ہیں۔

قائد حزب اختلاف: ہم سرفراز بگٹی صاحب کو نہیں کہیں گے آپ خود جا کر آپریشن کر لیں یا سب لوگوں کو اٹھالیں میں سرفراز سے آج یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ پورا ہاؤس کی رائے آپ کے سامنے آگیا ب پورا ہاؤس حکومت اور اپوزیشن دونوں جب ایک بات پر متفق ہیں تو آپ اس کو کیا جواب دے سکتے ہیں اور اگر آپ اس طرح غصے سے ہیں کہ کسی کو اخترین میں سے میرا کوئی کام نہیں ہیں وہ چلا گیا تو وہ چلا گیا لیکن جو ہم بیٹھے ہیں۔ جو یہ لوگ بیٹھے ہیں۔

وزیر یحکمہ داخلہ و قبائلی امور: جناب عالیٰ میں نے کسی کو۔ نہیں کیا ہے یا الفاظ حذف کروائے جائیں۔

(دونوں معزز اکین اسمبلی ایک ساتھ بولتے رہے)

میڈم اسپیکر: مولانا صاحب کا مائیک بند رکریں please مولانا صاحب آپ بغیر اجازت بولتے جا رہے ہیں please آپ تشریف رکھیں۔

وزیر یحکمہ داخلہ و قبائلی امور: دیکھیں میڈم اسپیکر! یہ طریقہ کار رٹھیک نہیں ہے آپ نے ہم پر خوب تنقید کی۔ مولانا صاحب میں تھوڑا سا۔۔۔

میڈم اسپیکر: یا الفاظ حذف کیے جائیں۔

وزیر یحکمہ داخلہ و قبائلی امور: حکومت پر آپ نے تنقید کی آپ نے 100 کے قریب فگر ز غلط بتائے پھر آپ نے یہ کہا کہ حکومت کا دیکھیں آپ کی حکومت جب ٹوٹی ہے۔

میڈم اسپیکر: بگٹی صاحب آپ جواب اس طرح سے نہ دیں آپ اپنی speech جاری رکھیں please آپ کسی کا بھی جواب نہ دیں۔

(معزز کن انجینئر زمرک خان اچنڈی بغیر مائیک کے بولتے رہے)

وزیر یحکمہ داخلہ و قبائلی امور: میں کیا بتاتا ہوں پہلے آپ کو کتنی دفعہ law and order اپر بات ہوئی آپ نے کب تجاویز دی۔

میڈم اسپیکر: سرفراز صاحب آپ اپنی speech کریں سرفراز صاحب بگٹی صاحب۔ بگٹی صاحب آپ personal interaction کریں please۔ بگٹی صاحب بگٹی صاحب۔

وزیر یحکمہ داخلہ و قبائلی امور: نہیں 70 لاشیں ہیں۔

☆ بحکم میڈم اسپیکر غیر پارلیمانی الفاظ **XXXXXX** کا روائی سے حذف کردیئے گئے۔

میڈم اسپیکر: گھٹی صاحب personal interaction نہ کریں please۔ گھٹی صاحب۔

وزیرِ حکومتہ داخلہ و قبائلی امور: نہیں تو آپ 70 کہیں ہم 100 کہیں۔۔۔ (مداخلت۔ مائیک بند)

میڈم اسپیکر: گھٹی صاحب آپ please speech کریں آپ Individual جواب نہ دیں please ہر ایک کا جواب نہ دیں آپ please speech کریں۔

وزیرِ حکومتہ داخلہ و قبائلی امور: نہیں میڈم اسپیکر! I have to answer them

میڈم اسپیکر: نہیں آپ اس طرح سے بغیر اجازت کے جواب نہیں دے سکتے۔

قائدِ ایوان: please please please زمر ک خان میں آپ لوگوں کے لیے یہاں بیٹھا ہوں۔

ایک منٹ ایک منٹ سرفراز۔۔۔ (مداخلت)

میڈم اسپیکر: اسپیکر کے اجازت کے بغیر نہ آپ بول سکتے ہیں نہ وہ بول سکتے ہیں۔

وزیرِ حکومتہ داخلہ و قبائلی امور: Madam speaker this is a self explanation آپ

کے روک مچھے اجازت دیتے ہیں کہ I can answer on a self explanation on any

time on the floor

میڈم اسپیکر: لیکن With the permission of the speaker please

وزیرِ حکومتہ داخلہ و قبائلی امور: self explanation I will not speak no no

قائدِ ایوان: سرفراز OK صحیح ہے۔

میڈم اسپیکر: Nawab saib please

قائدِ ایوان: میں یہاں آپ لوگوں کے لیے بیٹھا ہوا ہوں اور آپ مجھے مخاطب کر کے kindly بات

کریں میں جواب دینے کے لیے تیار ہوں آپ میں وہ نہ کریں آپ لوگ۔ مولانا صاحب آپ بولیں۔

قائدِ حزبِ اخلاق: اس اجلاس کو جو چلایا نہ ہم آپ سے کوئی۔ ہم نے وسعتِ نظری یعنی کون سی بات ہے

کہ اپوزیشن نے ایسی غلط بات کی کہ جو بات حکومت نے نہیں کی وہ کوئی بات ہے کہ حکومت نے کی اپوزیشن نے

اس کو مسترد کر دیا لیکن جب ایک ہاؤس اور ایک تحریتی فورم پر اور ایک تحریتی اجلاس میں ہم بیٹھے ہیں اور وہ اس

طرح بولتے ہیں کہ بھائی جیسے کہ ہم نے کوئی غلط بات کی ہے اور ہم نے کوئی تجویز نہیں دی ہے۔

وزیرِ حکومتہ داخلہ و قبائلی امور: مولانا صاحب ہم نے آپ کا نام کب لیا ہے۔

قائد حزب اختلاف: ہم نے تجویز دے دی۔

وزیر یحکمہ داخلہ و قائمی امور: میں تو پورے ہاں کو کہہ رہا ہوں۔ لوگ تقریریں کر کے چلیں نہیں گئے۔ حکومت کے لوگ نہیں گئے ہیں۔ حکومت سے بھی گئے ہیں اپوزیشن سے بھی۔

میڈم اسپیکر: please تشریف رکھیں گئی اور مولانا صاحب آپ بھی۔

قائد حزب اختلاف: حکومت کی پوری کمان سے لے کر یہاں تک تجویز دی۔ اور اس پر ایک اتفاقی تجویز ہے

میڈم اسپیکر: مولانا صاحب آپ please through اسپیکر سے بات کریں آپ اتنے سنیر پارلیمنٹریں ہیں آپ لوگ رواز کو بالکل above نہیں کر رہے ہیں آپ تھرو اسپیکر سے بات کریں آپ direct interact نہیں کر سکتے ہیں جی۔

قائد حزب اختلاف: نہیں ہم نے تجویز نہیں دی۔

میڈم اسپیکر: اس طرح بحث نہیں ہوتی please جو تقریر ہو رہی ہے آپ تقریر کریں جائے کہ آپ لوگ ایک دوسرے کے personal جوابات نہ دیں جی۔ نواب صاحب۔

قائد ایوان: میڈم اسپیکر تجویز نوٹ کی ہیں میں نے آپ لوگوں کی۔ میں تجویز دوں گا

کروں گا اس کو۔ اگر 12 یا 1 بجتے ہیں پہنچے ہوئے ہیں یہاں آخر concluding میں میں نے ہی کر کے جانا ہے۔

قائد حزب اختلاف: ہم لوگوں نے بس اپنی تجویز دے دی ہے آپ لوگوں کو۔

قائد ایوان: نہیں نہیں وہ تو ہے۔

میڈم اسپیکر: گئی صاحب آپ please اپنی تقریر کریں۔

سردار عبدالرحمن کھنجران: میڈم اسپیکر! ہم نے دوران تقریر یہ دو باتیں ہاؤس میں کہیں ہیں کہ نواب کی

گورنمنٹ کی آج بھی سپورٹ کرتے ہیں کل بھی اور پرسوں بھی کرتے رہنے گے یہ دہشت گرد ایک نواب کا مسئلہ

نہیں ہم سب کا مسئلہ ہے ہمارے گھروالے بھی مرے ہیں نواب نے اپنی بچوں کی لاشیں بھی اٹھائی ہے میں نے

بھی اپنے بھائیوں کی ان ہاتھوں میں خون لگا ہوا ہم نے لاشیں اٹھائی ہیں آج وکیل ہمارے colleague

تھے دوست تھے بھائی تھے۔ آج میں پیشی پر جاتا ہوں میں روتا ہوں کہ جو وہ لا بیری ہے یا باروم خالی ہو گئی ہے

حکومت کی بات ہی نہیں کر رہے ہیں بات اتنی تھی کہ زمرک خان نے کہا کہ سرفراز گئی ہوم منٹر ہیں یہ

یہ جو تقاریر کو بریف کر دیتا کہ جی اتنے زخی ہوئے ہیں اتنے شہید ہوئے ہیں۔

میڈم اپسکر: وہ بھی کر رہے ہیں۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان: figure جاتے باقی ہم وضاحت کرتے ہیں کہ ہم اپوزیشن میں ہوتے ہوئے میرے پارلیمانی لیڈر نے کہا ہے کہ ہم اس سلسلے میں آج بھی اس کے ساتھ ہیں کل بھی ہیں پرسوں بھی ہیں آخر تک ہیں جی۔

میڈم اپسکر: ٹھیک ہے you thank سردار صاحب آپ تشریف رکھیں جی بگٹی صاحب تقریر جاری رکھیں۔ وزیرِ حکومتہ داخلہ و قائمی امور: شکریہ میڈم اپسکر! میں دوستوں کا باری ضرور جواب دے دوں گا نواب ایاز خان جو گیزئی صاحب نے ایک بات کی پشتوں اور بلوج کی تقسیم۔ میڈم اپسکر! یہ تو چاہتے ہیں وہ اسی لیے تو ہماری صفوں میں گھسنہ چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں divide کریں اور میں اس میں اور جتنے ہم divide ہوں گے اتنا اس کو فائدہ ہو گا۔ لہذا میری بلوج، پشتوں تمام لیڈروں سے گزارش ہے کہ یہ وہ ٹائم ہے کہ جدھر بھیگتی کا اظہار کیا جائے اور جس طرح دشمن کی جوسازش ہے اس کو ناکام بنایا جائے مفتی گلاب صاحب فرمانے لگے ہیں کہ آج تک کوئی قاتل نہیں پکڑا گیا ہے۔ شاید مفتی صاحب نہیں ہیں میں مولانا صاحب کوہی مخاطب کروں گا کہ میں نے کتنی پر لیں کافر نزدیکی ہیں عالم چوک پر جو دھماکہ ہوا تھا اس کے قاتل آپ کے سامنے پیش کیے ہم نے سریاب روڈ پر جو دھماکہ ہوا اس کے قاتل آپ کے سامنے پیش کیے ہیں اس کے علاوہ کتنے ٹارگٹ پولیس کی ہوئی ان کے قاتل آپ کے سامنے میڈیا کے سامنے پیش کیے ہیں اور ان کے ٹرائل ہو رہے ہیں normal courts میں بھی نہیں ہو رہا ہے جو ہیں اس وقت ہمارے more than 43 cases میں چل رہے ہیں اور نیشنل ایکشن پلان کے تحت چل رہے ہیں تو لہذا یہ ایک کہہ دینا اور پس پر دھمکات۔ مفتی صاحب نے فرمایا۔ میڈم اپسکر! اپس پر دھمکات کیا ہیں جب ہم را کی بات کرتے ہیں جب ہم Indians' کی بات کرتے ہیں ہم اپنی ذمہ داریوں سے بری الزمہ بالکل نہیں ہوتے ہیں ہم تو قوم کو یہ بتانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ hostile agencies آپ کے صوبے میں آپ کے ملک میں کیا war ٹھیک کر رہے ہیں وہ بتانا کیا اس میں ہم بری الزمہ بالکل نہیں ہو رہے ہیں ہم تو صرف وہ reality بتانے کی کوشش پوری قوم کو کر رہے ہیں جو کہ اس سے پہلے نہیں تھی security forces کی actions کو جو کہ اس سے پہلے نہیں تھی security forces کی actions کویا hostile egencies کی جو ادھر کا رروائیاں تھیں ان کو آج تک کسی political force نے ہم سے پہلے on کیا تھا میڈم اپسکر! نہیں کیا تھا۔ اچھزئی صاحب

میرے دوست ہیں۔ یہ ہمیشہ تاریخ کو ہم سب لوگ یا زیادہ تر یہ 80 کی دہائی سے افغانستان اور پاکستان کا relationship کیوں اشارت ہوتا ہے؟ میڈم اسپیکر! پاکستان اور افغانستان کے relationship کو 1947 سے دیکھا جائے پھر 1948 جو ہمارا insurgent تھا اس کو کس نے پناہ دی تھی پاکستان کو قبول کرنے سے کس نے انکار کیا تھا پھر کیا ہم بھول گئے ہیں کہ افراسیاب خان نٹک کا یا جمل صاحب کا ان کا کیا کردار رہا پتوں زلمے کیا تھا وہ سرغ ڈولی کوئی تھی جس پر انہوں نے یہاں آنا تھا وہ on record یہ باتیں کہہ چکے ہیں یہ ساری ہوا میں باقی نہیں ہیں تو ہذا تاریخ کو اپنی منشاء کے مطابق نہ چلا جائے تاریخ جب بتائیں تو تاریخ کو ٹھیک کر کے بتائیں اپنی مرضی کی تاریخ نہ بتایا کریں اور دیکھیں آپ نے استغفول کی بات کی بالکل میں آپ سے agree کرتا ہوں کہ اگر استغفی دینے سے مسائل حل ہوتا تو کے پی نے جو جنگ لڑی 2007 سے لے کر 2013 تک آپ کی جماعت کی حکمرانی تھی کتنے لوگ شہید ہوئے بلور صاحب جیسا آدمی شہید ہو گیا صفت غیور صاحب شہید ہو گئے سعد نٹک صاحب شہید ہو گئے کیسے کیسے لوگ شہید ہوئے تو میرے کہنے کا مطلب ہے کہ اس وقت تو بھی کسی نے استغفہ نہیں دیا فرانس میں attics میں ہوئے ہیں تو یہ دہشت گردی کی جنگ کو بلوچستان میں isolation میں نہ دیکھا جائے اس کو انٹرنسیشن لیول پر آپ kindly کی کوشش کیا کریں۔ security laps کی آپ نے بات کی۔

انجیسٹر زمرک خان اچکزی: اس میں استغفہ کا مطالبہ آپ سے نہیں کیا ہے۔

وزیر یحکمہ داخلہ و قائمی امور: آپ نے کیا جناب عالی on record ہے مجھ سے نہیں کیا گزارش سنیں۔

میڈم اسپیکر: آپ please تشریف رکھیں۔ آپ لوگ please تشریف رکھیں۔ تقریر کے دوران آپ لوگ نہیں بول سکتے۔

وزیر یحکمہ داخلہ و قائمی امور: میڈم اسپیکر! استغفہ کا مطالبہ تھا آپ تشریف رکھیں please۔

میڈم اسپیکر: آپ please تقریر کے دوران آپ لوگ نہیں بول سکتے مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں please مولانا صاحب کا اسپیکر بن کر دیں۔ بلکہ صاحب آپ تقریر جاری رکھیں اپنی۔

وزیر یحکمہ داخلہ و قائمی امور: مولانا صاحب آپ نے شاید سنائیں انہوں نے فرمایا۔

میڈم اسپیکر: مولانا صاحب آپ please تشریف رکھیں۔

وزیر یحکمہ داخلہ و قائمی امور: گزارش سنیں۔ میں نے تو اچکزی صاحب کے سوالوں کا جواب دیا تھا۔

میڈم اسپیکر: بلکہ صاحب آپ please اپنی تقریر جاری رکھیں۔

وزیر یونیورسٹیز اور تعلیمی امور: اچھی سماں کے سوالوں کا جواب دے رہا ہوں جو انہوں نے بتائیں کی مجھے یہی کہا گیا ہے کہ آپ اپنے points لکھیں اور اس کو conclude کریں۔

قائد حزب اختلاف: میں نے استفسہ کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

وزیر یونیورسٹیز اور تعلیمی امور: نہیں میں نے آپ سے کہا کہ آپ نے مطالبہ کیا ہے۔

میڈیم اسپیکر: آپ لوگ تقریر کے دوران نہ کھڑے ہوں۔ please بگھی صاحب آپ please آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

وزیر یونیورسٹیز اور تعلیمی امور: کمال ہو گیا۔

میڈیم اسپیکر: بگھی صاحب آپ please اپنی تقریر جاری رکھیں۔ آپ بالکل روشن کے مطابق چلیں آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔ This is the last speech.

وزیر یونیورسٹیز اور تعلیمی امور: میڈیم اسپیکر!

انجینئر زمرک خان اچھزی: عام آدمی ہمیں غدار سمجھتے ہیں۔ آپ کا یہی مطلب ہے۔

وزیر داخلہ: میں نے کوئی اس طرح کی۔۔۔

میڈیم اسپیکر: زمرک خان صاحب please۔

(معزز رکن انجینئر زمرک خان اچھزی بغیر مائیک کے بولتے رہے)

میڈیم اسپیکر: کیا ہوا زمرک خان صاحب آپ speech کے دوران آپ نہ کھڑے ہو نواب صاحب۔

قائد ایوان: Zmerk خان! please

وزیر یونیورسٹیز اور تعلیمی امور: میں نے کہ آپ کو تشریفیکت دیا ہے میڈیم اسپیکر! میں نے ان سے کیا کہا ہے۔ میں نے ان کو کوئی مخاطب کیا ہے۔ یہ کو ناطریقہ ہے دیکھیں زمرک خان میرے ساتھ اس طرح آپ بات نہ کریں please۔

قائد ایوان: دیکھیں please please please (مدخلت)

میڈیم اسپیکر: یہ غیر پاریمانی الفاظ حذف کیے جائیں۔ بگھی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ بگھی صاحب اور زمرک خان صاحب دونوں کے مائیک، اسپیکر بند کر دیں۔ please آپ دونوں کا مائیک بند کر دیں، آپ دونوں کا مائیک بند کر دیں۔ please نواب صاحب! نواب صاحب! میں آپ کو please فور دیتی ہوں آپ please conclude کریں۔ نواب! آپ please conclude کریں۔ زمرک خان

صاحب! please تشریف رکھیں آپ بگئی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

قائد ایوان: میڈم اسپیکر! thank you

میڈم اسپیکر: میں نے مائیک ان کو دیا۔

قائد ایوان: please please

میڈم اسپیکر: آپ تشریف رکھیں زمرک خان please زمرک خان صاحب

قائد ایوان: سردار دامت تولف -----(مداخلت - شور)

میڈم اسپیکر: زمرک خان بگئی صاحب please آپ بگئی صاحب آپ تشریف

رکھیں please زمرک خان صاحب آپ بگئی صاحب کا زمرک خان صاحب کا اور مولانا

صاحب کا please ماہیک بند کر دیں floor is with - please

نہیں زمرک خان صاحب -----(مداخلت - شور)

قائد ایوان: نہیں نہیں کوئی ندر انہیں ہے جیسے آپ پاکستانی ہیں اتنے ہم بھی پاکستانی ہیں۔ آپ ہم سے زیادہ پاکستانی ہیں۔ یا ریٹیٹھیں آپ بیٹھیں۔

میڈم اسپیکر: بگئی صاحب! آپ تشریف رکھیں زمرک خان صاحب آپ بھی

please تشریف رکھیں آپ لوگ please تشریف رکھیں نواب صاحب بات کرنا چاہرہ ہے ہیں

نواب صاحب نہیں میں بالکل نہیں چھین رہی۔ نواب صاحب اس وقت بات کرنا چاہرہ ہے ہیں اس وقت

Q: قائد ایوان - وہ کھڑے ہیں آپ please تشریف رکھیں آپ اس طرح

نہیں کر سکتے اسپیکر کو please تشریف رکھیں آپ - آپ تشریف رکھیں نواب

صاحب بات کرنا چاہرہ ہے ہیں وہ قائد ایوان ہیں وہ بات کرنا چاہرہ ہے ہیں آپ please تشریف رکھیں آپ دو

منٹ تشریف رکھیں وہ قائد ایوان بات کرنا چاہرہ ہے جی نواب صاحب you floor is with you -

قائد ایوان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مولانا صاحب مولانا صاحب مولانا صاحب۔

میڈم اسپیکر: مولانا صاحب please تشریف رکھیں۔

قائد ایوان: ہستہ تا سردار۔ سردار ہستہ تہ ہونا کینہ علاج نے راشہ مولانا صاحب راشہ۔ ہستہ تہ۔

زمرک خان آئیں لائیں میں آرہا ہوں۔

میڈم اسپیکر: زمرک خان صاحب آپ تشریف رکھیں قائد ایوان بات کر رہے ہیں جی آپ

میڈم اسپیکر: تشریف رکھیں۔ گیلو صاحب آپ ان کو لائیں بابت صاحب آپ please بات کریں لیکن آپ نے نام نہیں بھیجا تھا۔ آپ سب سے آخر میں یاد آئے۔ جی بابت لالہ۔

میڈم اسپیکر: بابت صاحب! آپ please بات کریں۔ لیکن آپ نے نام نہیں بھیجا تھا پنا۔ آپ کو سب سے آخر میں یاد آئے مشیر برائے وزیر اعلیٰ، جنگلات و جنگلی حیات، ماحولیات، امور حیوانات: میڈم اسپیکر صاحبہ! یہ 12 اگست کا جو واقع ہے۔ واقعًا اس پر ہم چونکہ سب کی، ہماری حکومت ہے۔ اس حوالے سے ہماری ذمہ داری ثابت ہے کہ ہم اس اہم مسئلہ پر جو شہادتیں ہوتی ہیں۔ جوblast ہوا ہے۔ جس میں تقریباً 74 کے قریب لوگ شہید ہوئے ہیں۔ اور ڈیر ڈھسو سے زیادہ زخمی ہیں۔ تو یہ ایک ایسا واقعہ تھا۔

میڈم اسپیکر: نواب صاحب! بکھری صاحب کو بھی بلاؤالیں۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ، جنگلات و جنگلی حیات، ماحولیات، امور حیوانات: کہ اس واقعہ میں واقعًا جو ہمارے دکلاء تھے اور وہ دکلا بھی ایسے دکلات تھے۔ اسی دن ہم نواب صاحب کے ساتھ گئے تھے وہاں ہائی کورٹ۔ تو حقیقت میں وہ ہائی کورٹ جو ہم نے دیکھا۔ وہ جو ہمارے لیے دکلاء تھے۔ جو 20,30،40 سال سے پہلیش کر رہے تھے۔ بار ایٹ لاء تھے۔ جو اس صوبے کے کریم تھے وہ سب کے سب شہید ہو گئے۔ ڈیک بجائے گئے۔ اور وہاں جو منظر ہم نے دیکھا۔ واقعی وہاں جو دکلاء نجی گئے تھے۔ آوازیں ٹھیک ہے وہ بھی وکیل تھے۔ وہ بھی وہاں جا رہے تھے۔ نجی بھی جا رہے تھے۔ مگر یہ ایسی پلانگ تھی کہ یہ جو واقعہ تھا۔ یہ ایک ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ ایک دن کا مسئلہ ہے۔ کہ ابھی یہ شروع ہو گیا۔ یہ ایک تسلیم ہے۔ جیسے ہمارے ساتھیوں نے کہا ہے۔ ڈیک بجائے گئے۔ جب سے پاکستان بنتا ہے۔ پھر وہ زیارت والے وہ تمام ہستری کے۔۔۔

قائد حزب اختلاف: جناب اسپیکر! point of order! بابت لالا! دومنٹ۔

میڈم اسپیکر: جی مولانا صاحب۔

قائد حزب اختلاف: جناب اسپیکر! میں چیف منسٹر صاحب سے یہ زارش کرتا ہوں۔ یہ آئین اور یہ ہماری ہاؤس ہے۔ اور اس تعزیت کے موقع پر میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس ملک میں فضل الرحمن شیرانی اسفندیار محمود خان اور شیر پاؤ کو غدار کا لقب دیا جائے۔ تو مجھے بتائیں، اس ملک کا وفادار کون ہیں؟ مجھے یہ بتائیں وفادار کوئی اور ہے؟ آپ جب یہ سارے غداروں کو اپنے ہاں پناہ دیں۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) تو کوئی اس ملک کے وفادار ہیں؟ خُد اس طرح نہ کر لیں۔ اگر اس طرح کی بات ہو تو پھر کیوں۔ اب یہ ایک پارٹی کا نمائندہ

ہے۔ عوامی نیشنل پارٹی کا اس ملک میں اسکا کردار ہے۔ خان غفارخان اس ملک کے آزادی کا ہیر و ہے۔ اور ایک ملک کو انہوں نے حاصل کر لیا۔ لیکن اب آج اگر انکے لوگوں کو اقرار کی بنیاد پر۔ آج میں رائے رکھتا ہوں۔ جب میں ایک تجوید دیتا ہوں۔ اپنی رائے رکھتا ہوں کہ اس ملک کا سب سے بڑا شمن امر یکہ ہے۔ اور انکے تمام پالیسیاں ہمارے خلاف ہیں۔ تو پھر میں غدار ہوں؟ غدار اس طرح۔ جب ہم اس ہاؤس میں کہتے ہیں اور پھر اسکو غدار قرار دیتے ہیں۔ تو پھر وفادار کو اٹھادیں۔ ہم غدار سب نکل جائیں گے۔

میڈم اسپیکر: point of order.point of thanks جی بگٹی صاحب جی

explanation

وزیر یحکمہ داخلہ و قائمی امور: میڈم اسپیکر! ایک ریکارڈ کو چیک کیا جائے کہ میں نے کسی کو غدار declare کیا ہے۔ اس ریکارڈ کو چیک جائے۔ میں نے یہ لفظ منہ سے نکالا۔ یہ بھی چیک کیا جائے کہ میں نے کسی کو لعن طعن کیا۔ تو پھر میرے بارے میں یہ الفاظ کیوں کہے جا رہے ہیں؟

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے۔ آپ اپنی تقریر جاری رکھیں بگٹی صاحب۔ بابت صاحب! آپ اپنی تقریر conclude کریں۔ بابت صاحب آپ تقریر کریں you floor is with (شور۔ آوازیں)

مشیر برائے وزیر اعلیٰ، جنگلات و جنگلی حیات، محولیات، امور حیوانات: نہیں بعد میں مجھے موقع ملے گا میں اپنی بات کروں گا۔ دیکھیں یہ جو مسئلہ ہوا۔ یہ جو پولیس لائن کا مسئلہ تھا۔ یہ جو علمدار روڈ کے یہ جو سارے واقعات ہوئے۔ جو ہمارے ساتھیوں نے یہاں اسمبلی میں سب نے بیان کیا کہ 1947 سے پھر بگال کا جو purity کا مسئلہ تھا۔ یہ سارے مسئلے اگر ہم انکی تاریخ کے تناظر میں دیکھیں۔ یہ ہمیں یاد ہے۔ اُسوقت ہم ہوش و حواس میں تھے کہ جب بگال میں یہ ہو رہا تھا۔ لوگوں پر غداری کا الزام تھا، فلاں تھا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ ہم سارے محبت وطن ہیں۔ یہ جو حالات بنائے گئے۔ یہ ایسے نہیں تھے کہ، یہ جو حالات تھے ہمارے لوگوں میں یہ یادوں دشمنی تھی یا ملک دشمنی تھی۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ نہ کوئی ملک دشمن ہے نہ کوئی غدار ہے۔ یہ تمام واقعات جو ہوئے ہمارے نظر وہ کے سامنے ہوئے۔ پھر بگالی کے بعد جو خان شہید خان عبدالصمد خان پر جو 58 میں جو ہمارے ساتھیوں نے بیان کیا۔ پھر انکی جیلیں۔ پھر انکی سختیاں یہ سب کچھ ہم نے دیکھا۔ اور پھر خان شہید آیا۔ پھر خان شہید کے ساتھ جو رو یہ برقرار کھا۔ اور سب سے میں ایک چیز ریکارڈ پر لے آتا ہوں کہ جب بھی آپکو، شاید آپ سب کو یاد ہے APSF جو مسعود محمد اسکا سربراہ تھا۔ جب اُسکو سیاست میں involve کیا گیا۔ جب بھی ایجنسیوں کو سیاست میں لا لایا گیا۔ جسکی وجہ سے آپ نے خود دیکھا ہے کہ مسعود محمد جس نے

APSF کے ذریعے یہاں لوگوں کو torture کرتے تھے اور لوگوں کو تھانوں میں بند کرتے تھے۔ میں نے بار بار کہا کہ میں خود بھی کراہمنز برائی کا قیدی رہا ہوں۔ وہ ہم لوگوں کو اسوقت کا خان عبدالقیوم خان۔ جس نے یہ سب سے پہلے دہشت گردی اور اسکا جوانہوں نے رکھا۔ یہ منان چوک جو ہے ایک شہید ہے۔ اسکو اس چوک شہید کیا گیا۔ یہ خان عبدالقیوم خان وہ جو اسوقت اپنے آپ کو شیر کہتا تھا۔ یعنی یہ مختصر ایسیں یہ بتیں کر رہا ہوں۔ وزیر یحکمہ مال، ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن، ٹرانسپورٹ: یہ میں وضاحت کروں کہ خان عبدالقیوم خان اُسی دن ہمارے گھر سے لکلے تھے اُنکے اوپر، انکے جلوں کے اوپر غازی پشتون کے اور پر منان چوک پر حملہ ہوا تھا توہاں اُس cross firing میں ایک رکشہ ڈرائیور شہید ہوا۔ جس میں اُسکا نام منان چوک رکھا۔ وہ میرا باپ بھی اُسکا ذمہ دار ہے۔ ایسے ہی جسکے منہ میں جوبات آجاتی ہے وہ کہہ دیتا ہے۔ کوئی کسی کو غدار کہتا ہے۔ تاریخ کے تناظر میں تود کیجیے۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ، جنگلات و جنگلی حیات، ماحولیات، امور حیوانات: یہ میرے پاس ہے آپ کر دیتے خان عبدالقیوم خان کو تو میں نے غدار نہیں کہا کہ پاکستان دشمن ہے۔ میں نے کہا کہ یہاں اُس نے فائزگ کی۔ میڈم اسپیکر: بابت صاحب آپ قرارداد پر آجائیں please۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ، جنگلات و جنگلی حیات، ماحولیات، امور حیوانات: آپ سب کے سامنے ہے۔ افغانستان میں جب انقلاب آیا۔ یہ جو حالات ہوئے۔ یہ سارا خمیازہ ہم بھگت رہے ہیں کہ افغانستان میں ایک جمہوری حکومت آئی۔ اُسکے خلاف یہاں سے حملہ ہوئے۔ اور ہم لوگوں نے اسکو resist کیا۔

میڈم اسپیکر: اب بار بار ایک repetition ہو رہی ہے۔ آپ conclude کریں اپنی تقریر۔ مشیر برائے وزیر اعلیٰ، جنگلات و جنگلی حیات، ماحولیات، امور حیوانات: اب یہ واقعات جو ہیں یہ بدالنی ہیں، یہ دشمنگردی یہ بم دھماکے۔ ہمیں یاد ہے کہ یہ پہلے کیسے ہوتے تھے۔ یعنی لورالائی اور دوسرا جھہوں میں بھی بم بلاسٹ کرتے تھے۔ آخر یہ جو دشمنگردی ہے، آپ کو یاد ہے کہ دیواروں پر لکھتے تھے کہ اگر کسی نے فوجی ٹریننگ حاصل کرنی ہے تو آ کر اس نمبر پر۔ باقاعدہ نمبر تھے۔ ہم لوگ آج اس چیزوں کو نہیں بتا رہے ہیں کہ وہ لوگ تھے۔ باقاعدہ دکانوں میں، بازاروں میں۔۔۔

میڈم اسپیکر: بابت صاحب! آپ ابھی قرارداد پر آجائیں۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ، جنگلات و جنگلی حیات، ماحولیات، امور حیوانات: اسی پر تو آ رہا ہوں۔ یہ تو اسی کی وجہ سے یہ واقع ہوا ہے۔ یہ تو سادہ واقع یہ آج آدمی آیا۔ اپنے آپ کو خود کش بنایا۔

میڈم اپسکر: یہ ساری باتیں repeat ہو چکی ہیں۔ سب repeat کر کے ہیں۔ آپ please اپنی جی۔۔۔۔۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ، جنگلات و جنگلی حیات، ماحولیات، امور حیوانات: تو یہ جو افغانستان تھا۔ اسکو نہیں چھوڑ رہے تھے۔ اسکے بعد پھر جو یہ آتے آتے آخر یہ نواب صاحب کے بچوں کے ساتھ یہ جو واقع ہوا۔ یہ ایسا سادہ واقع نہیں تھا۔ کہ بس ایسے سادہ طور پر لوگ آئے بس نواب صاحب کے بچوں کو مارا۔ اسکے قافلے پر حملہ کیا۔ محمود خان اور ہم جارہے تھے گلستان۔ وہ دن مجھے یاد ہے۔ میں خود منظر تھا 94 میں۔ باقاعدہ 3 کلومیٹر دُور یہ تار پچایا گیا تھا۔ اور محمود خان کی گاڑی جارہی تھی۔ اسکے بالکل میرے خیال میں ان بچوں کی بات تھی۔ فٹوں کی بات بھی نہیں تھی۔ ان بچوں کی بات تھی کہ وہ blast ہو گیا۔ اور قدرتی وہ جھنڈے کا راؤ۔ یہ دہشت گردی اسکو promote کیا گیا ہے۔ ابھی لوگ کہتے ہیں کہ بس یہ ملک کے خلاف ہیں۔ ہم لوگ کیوں ملک کے خلاف ہیں؟ ہمارے باپ دادا ملک کے خلاف تھے۔ ہم پاکستان کے خلاف ہیں۔ پاکستان کے ہم کیوں خلاف ہیں؟ ہم پاکستان کی اس پالیسی کے خلاف ہیں کہ بھائی نہیں کریں۔ تم اپنا کام کرو۔ تم میلوں میں لگے ہو۔ فلاں میں آپ لگے ہو۔ بھائی اس دھندے کو چھوڑو۔ یہ ہمارا کام ہے اس دھندے کو آپ ہمارے حوالے کریں۔ ہمیں حکومت کرنے دو۔

میڈم اپسکر: OK Thank you

مشیر برائے وزیر اعلیٰ، جنگلات و جنگلی حیات، ماحولیات، امور حیوانات: ہمیں عوام نے mandate دیا ہے۔ ابھی جو مسئلہ ہو گیا۔ ابھی اتنی بر بادی ہو گئی۔ لوگ شہید ہو گئے۔ یہاں ہر گھر میں۔ گوارد سے لیکر خاص وہ ژوب تک۔ ماڑی خواتک ماڑی خوا میں بھی شہید ہے۔ گوارد میں بھی شہید ہے۔ کتنا بڑا سانحہ ہے۔ کوئی ایسا گاؤں نہیں ہے۔ کوئی ایسا شہر نہیں ہے جس میں شہید نہیں ہے۔ جس میں زخمی نہیں ہے۔ ہمیں خُدارا، ہم ہاتھ جوڑتے ہیں۔ یہ ہمارا کام ہے۔ ہم نے یہ سیاست کرنی ہے۔ ہمارا منتخب وزیر اعلیٰ ہے۔ ہماری یہاں پارلیمنٹ ہے۔ یہاں ہماری حکومت ہے۔ یہاں ہماری انتظامیہ ہے۔ یہاں ہمارا سیکرٹریٹ ہے۔ اگر ہم اسکے ذریعے۔ یہ کیسا ہے کہ ایک آدمی جو ہے اسکے پاس بندوق ہے FC for example کا ایک بندہ ہے۔ وہ FC میں ملازم ہے ہم لوگ اُسکی قدر کرتے ہیں فوج کی ہم قدر کرتے ہیں۔ کیسے FC کا آدمی جو ہے آدمی کو روک سکتا ہے۔ لیویز کا آدمی نہیں روک سکتا ہے۔ لیویز والے کی بھی دو آنکھیں ہیں دو کانیں ہیں۔ ایک ناک ہے۔ دو ناگینیں ہیں۔ لیویز والانہیں روک سکتا ہے؟ یہ ایک ایسی سوچ بنار ہے ہیں۔ یہ ایک ایسا ذہن ہے اس ملک میں کہ

ہماری پولیس وہ کسی کام کی نہیں ہے۔ وہ مثین نہیں چلا سکتے ہیں۔ وہ ڈرائیورنگ نہیں کر سکتے ہیں۔ کیوں نہیں کر سکتے ہیں؟ پولیس والوں میں کیا کمی ہے؟ ابھی ہمارے MA کے لڑکوں نے اس دفعہ پولیس اور لیویز میں انتظامیہ ہو دیئے ہیں۔

میڈم اسپیکر: بابت صاحب! please complete کریں۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ، جنگلات و جنگلی حیات، ماحولیات، امور حیوانات: اور یہ آخری بات جو corridor ہے ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ خُدا نواز شریف کے دل پر حرم کاپانی ڈالے۔ ہم ڈعا کرتے ہیں کہ نواز شریف اس سے، آپ سے پورا ملک ناراض ہے۔ ہم ناراض ہیں ہم protest کرتے ہیں۔ ایک روپیہ ہماری سی پیک کیلئے نہیں رکھا ہوا ہے۔ ایک روپیہ اگر رکھا ہے۔ یہ نواب صاحب ہے۔ ذمہ دار آدمی ہے۔ یہ کہہ دیں کہ بجٹ میں ایک روپیہ رکھا ہے۔ اور ادھر سے کہہ رہا ہے کہ چاننا کو، ابھی چاننا بچارے کو بھگار ہے ہیں لوگ۔ چاننا کو کیوں بھگار ہے ہو؟ مداخلت۔ آوازیں۔

میڈم اسپیکر: بابت صاحب please تشریف رکھیں۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ، جنگلات و جنگلی حیات، ماحولیات، امور حیوانات: چاننا ہمارے روڈ بنارہ ہے۔
میڈم اسپیکر: thank you بابت صاحب! مداخلت۔ گیلو صاحب آپ please بیٹھ کربات نہ کریں۔ گیلو صاحب آپ please بات نہ کریں۔ بابت صاحب آپ تشریف رکھیں۔ Thank you بس۔ آپ 10 منٹ تقریر کر چکے ہیں please تشریف رکھیں۔ بابت!

مشیر برائے وزیر اعلیٰ، جنگلات و جنگلی حیات، ماحولیات، امور حیوانات: ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارا مطالبہ ہے۔ اور یہ جو ابھی با تیں ہو رہی ہیں کہ یہ جو واقع ہوا ہے۔ یہ اسکی وجہ سے ہوا، یہ روڈ کی وجہ سے۔ ہم کہتے ہیں کہ نہ روڈ بنائے تو اس کلیئے پیسے آئے نہیں تو وہ کس لیئے کر رہے ہیں۔ چیف سیکرٹری صاحب اور GOA صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ اچھا ہے وزیر اعلیٰ آتا ہے سارے آتے ہیں۔ ہم لوگوں سے تو کوئی نہیں پوچھتا ہے کہ بھائی تم لوگ بھی ہو کر نہیں ہو۔ قسم ہے آج یہ دیکھیں کتنے بجے تک بیٹھے ہیں۔ صحیح بات ہے۔ چیف سیکرٹری واللہ اگر ہم لوگوں کو بھوسہ بھی ڈالتا ہے کہ تم لوگ کیا ہو۔ تو اب یہ مسئلہ ہے۔ میں چیف سیکرٹری سے، مجھے تجوہ ہے۔ یہ چیف سیکرٹری صاحب اور ہماری انتظامیہ ہے یہ بالکل الرٹ ہو جائیں اور یہ جو واقعات ہیں انشاء اللہ ہماری اپنی حکومت ہے۔ ہم اتنا وہ کر سکتے ہیں کہ وہ تمام چیزوں پر قابو پالیں گے۔

میڈم اسپیکر: بابت آپکا point آگیا Thank you very much۔ ٹھیک ہے۔

نواب صاحب! floor is with you - نواب صاحب! ایکی صاحب چلے گئے۔ ڈیک بجائے گئے۔

قائد ایوان: لُسْم اللہ الرَّحْمٰن الرَّحِیْم - thank you Madam Speaker

مولانا عبدالواسع صاحب! بڑی مہربانی آپ کی۔ اپوزیشن لیڈر، اپوزیشن کے ممبران، ٹریشوری پیپلز کے ہمارے ساتھی جو اتنے دریک بیٹھے رہے، اور جو دوست آئے یہاں تقریر کر کے چلے گئے گئے ہیں، جس طرح دوستوں نے کہا کہ ان سے ہماری بہت بڑی گلہ ہے اور ان کو چاہیے کہ آج اہم issue تھا، اہم مسئلہ تھا۔ تو اُس پر ان کو میٹھنا چاہیے تھا۔ اس طرح غیر سنجیدگی کا اگروہ مظاہرہ کرینے تو اس طرح حالات بہتر نہیں ہونگے۔ ہم تقدید دوسروں پر کرتے ہیں لیکن ہمیں یہ سیکھنا چاہیے کہ سوا گیارہ نجخ رہے ہیں لیکن یہ کام ہے ہمارے ٹریشوری پیپلز کا میٹھنا، اپوزیشن کا میٹھنا نہیں ہے۔ وہ جاسکتے ہیں وہ ہمارے پابند نہیں ہیں لیکن میں شکریہ ادا کرتا ہوں اپوزیشن کا again مولانا صاحب آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ بیٹھے ہیں اور اسپیکر صاحب! آپ اس چیز کا بھی نوٹس لے لیں please کہ جو لوگ آتے ہیں اور یہاں تقریر کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں تو اس پر میں آپ کیسا تھ بیٹھ کے discuss کروں گا۔ اور پارلیمنٹی لیڈر رصاحب، ہم سب اُس پر بیٹھیں گے اس پر وہ بات کرینے کروں گا اور جو بھی ہوگا اس پر لائچے عمل بنائیں گے۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے جب ہم اسکو August House کہتے ہیں، یہ مقدس ایوان ہے اُسکو ہم خود ہی روندؤالیں گے تو دوسروں سے ہمیں کیا گلہ ہے تو دوسروں سے ہمیں کوئی گلہ نہیں ہے نہ کر سکتے ہیں میڈم اسپیکر! اب میں آتا ہوں topic پر جو آج ہم نے اسمبلی بلائی ہے اس کے لئے 8 اگست کا جو واقعہ ہوا ہے انہتائی دخراش آفسوناک جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے میں سمجھتا ہوں وہ کم ہے یہاں تو اتر کے ساتھ واقعات ہوتے رہے ہیں بلوچستان اور خیر پختونخواہ ہم دونوں عیسے میں بار بار کہتا ہوں کہ conflict zone میں ہیں اور یہاں ہمارے اوپر ہر وقت ہوتے رہتے ہیں جب سے میں نے وزیر اعلیٰ کا حلف اٹھایا ہے اُس کے بعد بڑی انگلی خواہش تھی کہ مولانا صاحب اور عبدالرحیم زیارتوال صاحب کہ ہم کوئی attempt کریں کوئی نہ اور گوادر میں میں بتانا چاہونا کا تفصیل سے آپ لوگوں کو وہ کروں گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کیفضل سے ہماری ایجنسیوں کی وجہ سے ہماری enforcement law ایجنسیاں ہیں ہماری پولیس اور ہماری ان لوگوں کی وجہ سے ہم نے کافی کوشش ان پر attempt کا ہوگا even اس حد تک کہ ایک چائیز delegation آنا چاہتا ہو اُنکی خواہش تھی کہ کوئی دور سے بھی ایک راکٹ مارا جائے جا کے گوادر میں پھٹے اور وہاں خوف پھیلے اور چائیز کیلئے خوف کا عالم ہو، لیکن بدقتی سے اُس دن وہ ہبتال والا واقع ہوا میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل ایک پلانگ کے تحت ہوا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ آپ دیکھیں جو اس کا ماسٹر

ماں نہ تھا جس طریقے سے اسکو سمجھایا تھا اور اُس میں ہمارے وکلاء trap ہو گئے ہم جس طرح دیکھیں 9 بجے وکلاء کا جو time pick ہوتا ہے وہاں بلال کا سی کوٹار گٹ کیا گیا اُن کو پتہ تھا کہ بلال کا سی کے جو sms جائیں گے اور لوگ WhatsApp کرنے لگے اور وہی ہوا کہ جب sms ہوئے کہ بلال کا سی کو شہید کیا گیا یاد وہ زخمی ہے، زخمی حالت میں فوراً وہ rush کیا وکلاء برادری نے، وہاں جمع ہوئے، وہاں ہماری سُٹی پولیس موجود تھی اُس کے ساتھ 8 یا 10 پولیس والے بھی تھے لیکن وکلاء کی تعداد 2 یا ڈھانی سو کے قریب، کچھ اندر تھے باقی جو باہر تھے، زیادہ تر باہر تھے وہاں وہ شہید ہوئے تو پولیس نے اُن سے کہا جو مجھے رپورٹ گئی ہے ہمارے سول جوادرے ہیں ایجنسیاں ہیں، چیف سینکڑی اور آئی جی کی طرف سے کہ بھائی خداراء آپ ادھر جمکانہ کریں یہاں ڈی اسی نے بھی اُن سے کہا کہ آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں جب وہ جانے لگے اتنے میں کوئی خاتون وکیل تھی اس نے آکر وہاں تقریر شروع کر دی کہ تمیں احتجاج کرنی ہے۔ جب خاتون کی تقریر شروع ہوئی تو اس پر وہ روک گئے 6,5 منٹ کے بعد یہ دھماکہ ہوا تو اُس میں چونکہ یہ چھوٹی جگہ ہے جتنا بھی رش ہو گا اُس میں خودکش زیادہ ہوتے ہیں اُس میں وہ زیادہ casualties ہوتی ہے اگر وہ بہت بڑے area پر پھیلا ہوتا شاید اتنی بڑی casualties بھی نہ ہوتیں چونکہ وہ چھوٹی سی جگہ ہے کوئی میرے خیال میں 20,30 فٹ اس کی چھوڑائی ہے اتنی ہی لمبائی ہو گی casualty کے سامنے زیادہ نقصانات ہوئے۔ اس پر ہم سمجھتے ہیں کہ پورے پاکستان میں دیکھیں یہاں سے ڈیڑ سو کلو میٹر پونے دو سو کلو میٹر کے فاصلے وہاں نیٹ کے فورسز بیٹھے ہوئے ہیں کی فوجی یہاں آئے اور یہاں سے واپس چلی گئی، American troops اور NATO کے troops آئے یہاں، اکثریت واپس چلے گئے کچھ یہاں ہیں۔ تو ایک قسم کی جنگ ہے جو ہم اڑ رہے ہیں اور جو ہم اڑنے جا رہے ہیں، تو میں سمجھتا ہوں کہ جو ہماری سیکورٹی ادارے ہیں اُن کو بھی داد دینی چاہیے اور ہم سب قربانیاں دے رہے ہیں اور سب سے پہلے یہ چیز میرے دوستوں نے mention کیا اُنکی بڑی مہربانی اس چیز کا تو میں شکار ہوا ہوں جس طرح میرے سامنے میرے بچوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا اور جس طرح میں نے اپنے بچوں کی لاشیں اٹھائیں اور اُس کا درد ہے مجھے اور مجھے تکلیف ہے اور میں جانتا ہوں کہ جس پر وہ گزرتا ہے جو مجھ پر گزر رہا ہے اب جو 8 تاریخ کا واقع ہوا ہے اُن لوگوں پر بھی جو گزرے گی صبح وہ جیتے ہیں رات کو مرتے ہیں اور رات کو جیتے ہیں اور صبح مرتے ہیں ساری زندگی خاص کر اُن کے والدین اُس دن میں قاہر شاہ کی فاتحہ پر گیا اُس کا باپ بورڈ ہا 80 سال کا بیٹھا ہوا تھا مطلب یہ تکلیف دہ بات ہے کہ والد بھی اُس کا زندہ ہے اور والدہ بھی تو یہ بہت بڑی تکلیف دہ بات ہے اور اپنے جوان بچ کی لاش کو اٹھانا اور اُس کو کندھا دینا و فن کرنا بہت تکلیف دہ

بات ہے یہ بالکل جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے انہائی وہ کم ہے اور جتنی تکلیف ہے۔ میں خود فلور پر کھڑا ہوں میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ جو مجھ پر گزر رہے وہ سب پر اسی طرح گزرا ہوگا۔ تو میں یہ چاہتا ہوں کہ جس طرح مولانا صاحب نے کہا کہ یہاں ہمیں بیٹھنا چاہیے، تجاویز دینی چاہئیں تو مولانا صاحب جس طرح آپ بتائیں گے، بیٹھیں گے ہم انشاء اللہ آپ سے تجاویز لیں گے اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ تجاویز دیں اور بیٹھیں، جس طرح آپ چیمبر میں آتے ہیں یا سی ایم سیکرٹریٹ میں آتے ہیں یا میڈم! کی چیمبر میں جب بھی گئے اور آپ بیٹھیں ہیں اس پر ہم چاہتے ہیں کہ آپ لوگوں سے بیٹھ کے ہم ان مسئلے اور مسائلوں کو حل کرنے کی کوشش کریں گے جو آپ لوگوں کی تجاویزیں ہیں ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ہم کوئی کو ایک safe شہر بنائیں اور انشاء اللہ ہم گھبرا نیں گے نہیں ہمارے عصاب بہت مضبوط ہیں اور میں داد دیتا ہوں اُن لوگوں کو جن کے لوگ شہید ہوئے ہیں اور انہوں نے میرے حوصلے جس طرح انہوں نے بڑھائے ہیں جس طرح ہمارے حوصلے بلند کئے ہیں میں سمجھتا ہوں جس طرح بلوجستان کے لوگوں کے بارے میں روایت ہے اور جس طرح کہا جاتا تھا کہ بلوجستان کے لوگ روایتی لوگ ہیں بلوجستان کے لوگ روایتوں کے پاسدار ہیں بلوجستان کے لوگ غیور ہیں، ہمارا لوگ ہیں انہوں نے ہماری لاج رکھی ہے انہوں نے سب کے سامنے کہا ہے اُس دن ہم گئے آرمی چیف کے سامنے انہوں نے کہا میں ایک ایک گھر میں گیا ہوں انہوں نے کہا کہ جو ہوا ہمیں اُس پر کوئی غم نہیں ہمیں اُس پر کوئی وہ نہیں ہے لیکن ہم آپ سے ریکووٹ کرتے ہیں کہ دہشت گردی کے خلاف جو جنگ ہے اس جنگ کوآپ لوگوں نے ادھر نہیں روکنا ہے کیونکہ میڈم اسپیکر! ہوا ہے اسی طرح ہے کہ جب بھی دہشت گردی کے خلاف جنگ کی گئی ہے، جب بھی دہشت گروں کو کمزور کرنے کی کوشش کی گئی جب دہشت گرد کمزور ہوئے بعد میں حکومتیں بھی ہوئیں پھر دوبارہ اُس جنگ کو چھوڑ دیا گیا اور دوبارہ انہوں نے اپنے آپ کو مضبوط کیا، اور دوبارہ change regrouping کی دوبارہ آئیں، کاش کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ، یہاگر دہشت گردی کا واقع ہے یہ اگر 5,8 سال پہلے اگر شروع ہو چکا ہوتا تو میں سمجھتا ہوں آج بالکل دہشت گروں کا صفائیا کر چکے ہوتے۔ لیکن یہاں میں سمجھتا ہوں کہ suicide bomber آتے ہیں اور جس طرح suicide کرتے ہیں دنیا میں ہم سے زیادہ ٹیکنا لو جی امریکہ کے پاس ہے، ہم سے زیادہ ٹیکنا لو جی انگلینڈ کے پاس ہے، ہم سے زیادہ ٹیکنا لو جی جمنی کے پاس ہے، ہم سے زیادہ ٹیکنا لو جی فرانس کے پاس ہے لیکن وہ بھی اس کو نہیں روک سکتے ہیں آپ نے recently دیکھا ہوگا تو اتر کے ساتھ ہم سے زیادہ ٹیکنا لو جی ترکی کے پاس ہے ابھی اس جو ہمارا واقع ہوا تھا 10.8 آدمی شہید ہوئے اور 18 اگست والا! اُس کے دو دن بعد ترکی میں دھماکہ ہوا خودکش ہوا ہاں کوئی 10.8 آدمی شہید ہوئے اور

50,60 کے قریب زخمی ہوئے۔ لیکن ہم نے اپنے آنکھیں بند نہیں کئے ہیں، میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ ہم نہیں کر سکتے ہیں انشاء اللہ جیسے میں نے کہا کہ ہم لگے ہوئے ہیں اور ہم انشاء اللہ اس جنگ میں ہم بلوچستان کے لوگ، بلوچستان کی عوام، اپوزیشن کے ساتھی اور ٹریشی پیچھے ہم سب اس جنگ میں اکٹھے ہیں اور میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہم انشاء اللہ ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے ان دہشت گروں کے خلاف کوئی بھی وہ کرنے کیلئے۔ جہاں سے وہ آتے ہیں پیچھے سے وار کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں لیکن جو کارروائی ہم نے کی ہے وہ انشاء اللہ ہم آپ کو تفصیلاً جیسے مولانا صاحب اور زمرک خان نے اپنی تقریر میں کہا ہم آپ کو بریف دینگے، میں آئی جی صاحب اور چیف سینکڑی صاحب سے کہوں گا اگر ایجنسیوں کی ضرورت ہوئی میں ان سے کہوں گا وہ آپ لوگوں کو تفصیلاً بریف نگ دینگے کہ کیا کیا ہم نے کیا ہے اور کس طرح پریشر ہمارے اوپر ہے، اور میں نہیں سمجھتا ہوں کہ یہاں کوئی غدار ہے، ہم سب پاکستانی ہیں میں سمجھتا ہوں زمرک خان آپ مجھ سے زیادہ پاکستانی ہیں میں آپ کی قربانیوں کی قدر کرتا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ خیبر پختونخوا میں اے این پی نے پچھلے ادوار میں جو قربانیاں دی ہیں وہ کسی پارٹی نے نہیں دی ہے، آپ کے سات سو کارکنوں کو ٹارگٹ کاٹ کا نشانہ بنایا گیا، آپ کے وزیر میاں افتخار کے اکلوتے میں کو شہید کیا گیا، آپ کے لیڈر اسفندیار ولی، اسفندیار میرا دوست بھی ہے میرا بڑا بھائی ہے، اُس نے خود مجھے بتایا ہے کہ ثناء بھائی اگر وہ گارڈ، میرے گارڈ تھے اگر وہ اُس آدمی کو نہیں پکڑتے اور اُس کے اوپر وہ نہیں کرتے تو جتنے بھی گولیاں ہم مار رہے تھے اور وہ آگے آرہا تھا اور اتنے فاصلے پر آیا کہ جیسا میرا اور مولانا صاحب یا میرا اور آپ کا فاصلہ ہے، ایسا ہی فاصلہ تھا اور پھر وہ گارڈ نے وہ کیا اُس نے پریشر میں اپنے آپ کو اکھڑا، اُس کی وجہ سے وہ ہوا۔ تو یہ سب آپ کے سامنے ہے میں آپ کے سامنے ہوں اس دہشت گردی سے کوئی پاک نہیں ہے مولانا عبد الواسع آپ کے سامنے ہے اُس کے اوپر attack ہوتے مولانا فضل الرحمن پر ایک نہیں دنہیں تین attack ہوئے مولانا صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ نے بچایا اور مولانا فضل الرحمن صاحب پچھلے دونوں آئے کوئی نہیں میں، اگر وہ گاڑی کا دروازہ بند نہیں کرتے، دروازہ کھولا ہوتا تو میں سمجھتا ہوں کہ اللہ بچھانے والا ہے مارنے والا بھی ہے آج مولانا صاحب ہمارے بیچ میں نہ ہوتے۔ تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری سب کی جنگ ہے اور اس جنگ میں ہم سب اکٹھے نہیں ہو گئے ہمیں تجاویز دینے سے یا ہم یہاں کھڑے ہوتے ہیں کہ بھائی کس نے کیا کیا، کس نے کیا کیا۔ چھوڑیں اُسکو جو ہوا سو ہوا لیکن یہ ہے جو ضیاء الحق کے زمانے میں ہوا، اُس سے پہلے جو یہاں لوگوں کو لایا گیا، میں نہیں کہونا گا اس سے پہلے جو جمہوری حکومتیں تھیں اُس میں بھی لوگوں کو لایا گیا لیکن ہم سب کو بیٹھنا ہے ہمیں آپ لوگوں سے زیادہ کرنا ہے کہ ہم کس

طرح اس ناسور کو اس دہشت گردی کو جڑ سے اکھاڑ کر کے پھینکنا ہے، لیکن میں نے بہت سے لوگوں سے سنتا تھا جب میں اپنی speech میں کہتا تھا کہ یہ دہشت گردی ہے اس خلاف ہمیں لڑنا ہے، ہماری قوم نے، ہم سب نے متعدد ہونا ہے ہمیں اتفاق کی ضرورت ہے بہت سے محفلیں میں کہا جاتا تھا کہ جی یہ تو اس کا اپنا ایجنسڈ اے میرا کوئی ایجنسڈ انہیں ہے، میرا ایجنسڈ ابلوچستان ہے، میرا ایجنسڈ ابلوچستان کے نواجوانوں کا ایجنسڈ اے بلوچستان کے وسیع تر مفاد میں میں نے یہ فیصلہ کیا ہے اور ان کو یہ compensate کیا ہم نے بہت سارے initiative لیے ہیں یہ ہمارے بچے ہیں اور یہ سارے بچے میرے لیے سکندر ہیں، میرے لیے محاب میں۔ ہم کسی حالت میں بھی شہیدوں کا لہو جانے نہیں دیں گے اور جس حالت میں بھی ہو لگے ہم ان کو نہیں چھوڑیں گے۔ ہمیں کوئی development funds نہیں چاہیے ہمیں امن چاہیے۔ ہاسپٹلز کے حالات کے بارے میں جیسے دوستوں نے کہا میں نے اُس کا نوٹس لیا اور جو چیز کرنے کی ہوگی وہ کریں گے۔ چیف سیکرٹری بیٹھے ہیں وہ بھی اس کو note کر رہے ہیں۔ جہاں تک کچھ دوستوں نے کہا کہ پشتوں کو نقصان ہوا ہے تو میں یہ کہوں گا کہ یہ مناسب نہیں ہے، سب کا نقصان ہوا ہے۔ سب متاثر ہوئے ہیں۔ شہداء کے لیے میں نے ایک ایک روڑ کا اعلان کیا ہے ان کے بچوں کو تمام facilities دیں گے۔ وہ میرے بچے ہیں کسی کو بھی ہم لاوارث نہیں چھوڑیں گے۔ جتنے بھی ہمارے زخی ہیں جن کو ڈاکٹرzn refer کیا ان کو ہم نے تمام facilities دی ہیں۔ ہم بہادر لوگ ہیں بزرگ نہیں ہیں۔ اور اکثریت کو ہم نے بھیج دی ہے۔ اور باقی جو ہیں ان کے لیے ہم نے ایک CI30 طیارہ کھڑا کیا ہوا ہے۔ تقید ہونی چاہیے لیکن اُس کو تعمیری طریقے سے لینی چاہیے۔ میں آپ کو دوبارہ یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہم ان کو چھوڑیں گے نہیں جو ایسے واقعات میں ملوٹ ہیں اور بلوچستان میں جہاں جہاں ان کے ٹھکانے ہیں ہم ان کے پیچھے جائیں گے اور ان کو نہیں چھوڑیں گے۔ انہی الفاظ کے ساتھ میں آپ سب شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آج اس لیے ہم نے یہ اجلاس بُلایا ہے کہ آج ہم نے عہد کر کے سب کو نکالنا ہے کہ ہم نے دشمنوں کے خلاف مل کر لڑنا ہے، اور ہم مل کر لڑیں گے اور انشاء اللہ کامیاب ہوں گے۔ thank you شکریہ۔

میدم اپسیکر: thank you نواب صاحب۔ آیا سانحہ کوئی پرمیٹر کہ قرارداد کو جمع ارکانِ اسمبلی کی جانب سے ایوان کی متفقہ قرارداد کے طور پر منظور کیا جائے۔ مشترکہ مدتی قرارداد منظور ہوئی۔ ہمارے ایک ممبر تقریر کر رہے تھے انہوں نے عدالتی کے بارے اور ایمان علی کے بارے میں، چونکہ ہم ان کو discuss نہیں کر سکتے تو میں rules کے تحت اُن الفاظ کو حذف کرواتی ہوں۔ اسی طرح ایک ممبر نے کہا ہڈے میں جائیں تو کھڑا

word میں حذف کرواتی ہوں۔ میں اس موقع پر اپنی rolling دینا چاہتی ہوں کہ بلوچستان اسمبلی کی آج کی یہ اہم نشست جو کہ خصوصی طور پر 18 اگست 2016ء کے افسوسناک ترین واقعہ کے خلاف جس میں ناپاک دہشتگردوں کے ہاتھوں انتہائی فیضی اور اہم جانوں کا ضیائع ہوا اور درجنوں بے گناہ وکلاء اور صحافی زندگی کی مختلف شعبہ جات سے منسلک افراد جو ہیں وہ شہید ہوئے۔ ان کی یادمناتے ہوئے جو یہ قرارداد پاس ہوئی ہے، میں ان تمام شہداء کے families سے تعزیت کرتی ہوں اور میں تمام شہداء کے رشتہداروں سے ان کے صبر پر خراج تحسین پیش کرتی ہوں۔ اور ان کے دُکھ میں برابر کی شریک ہوں۔ یہ تکلیف ہم اُسی طرح محسوس کرتے ہیں جس طرح یہ families محسوس کر رہی ہیں۔ میں اپنے تمام ممبران کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری عوام اور ہماری بہادر فورسز کے شہداء کی قربانیاں کبھی رایگاں نہیں جائیں گی۔ جس قوم کی مائیں اتنی بہادر ہیں اُس قوم کو کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ میں ان تمام ڈاکٹرز کو خراج تحسین جو صحیح سے رات تک وہیں تھے میں ان کی جس طرح انہوں نے مریضوں کی خدمت کی سول اور ملڑی کی، اس پر میں ان کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں۔ آج ہمیں ایک قوم کی طرح کیجاہ ہونا ہے اور اکٹھا ہو کر اس ملک کا دفاع کرنا ہے اسکے لئے ہو کر کوئی نہیں بڑھ سکتا، مجھے یقین ہے کہ ہمارے شہداء کی قربانیاں رایگاں نہیں جائیں گی جس طرح کہ ہمارے سی ایم صاحب نے کہا۔

— اب میں گورنر کا حکم نامہ پڑھ کر سناتی ہوں thank you

ORDER

In exercise of the powers conferred on me by Article 109 (b) of the Constitution of Islamic Republic of Pakistan, 1973, I Muhammad Khan Achakzai, Governor Balochistan, hereby order that on conclusion of business the Session of the Provincial Assembly of Balochistan shall stand prorogue on Friday the 12th August, 2016.

میئرم اپسکر: اب اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت تک ملتوی کیا جاتا ہے۔
 (اسمبلی کا اجلاس رات 11 بجکر 58 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

